شمارہ:٤ جلد:١

سہ ماہی نُصرۃ الإسلام گلگت بلتستان

اکتوبر تا دسمبر ٢٠١٢ء

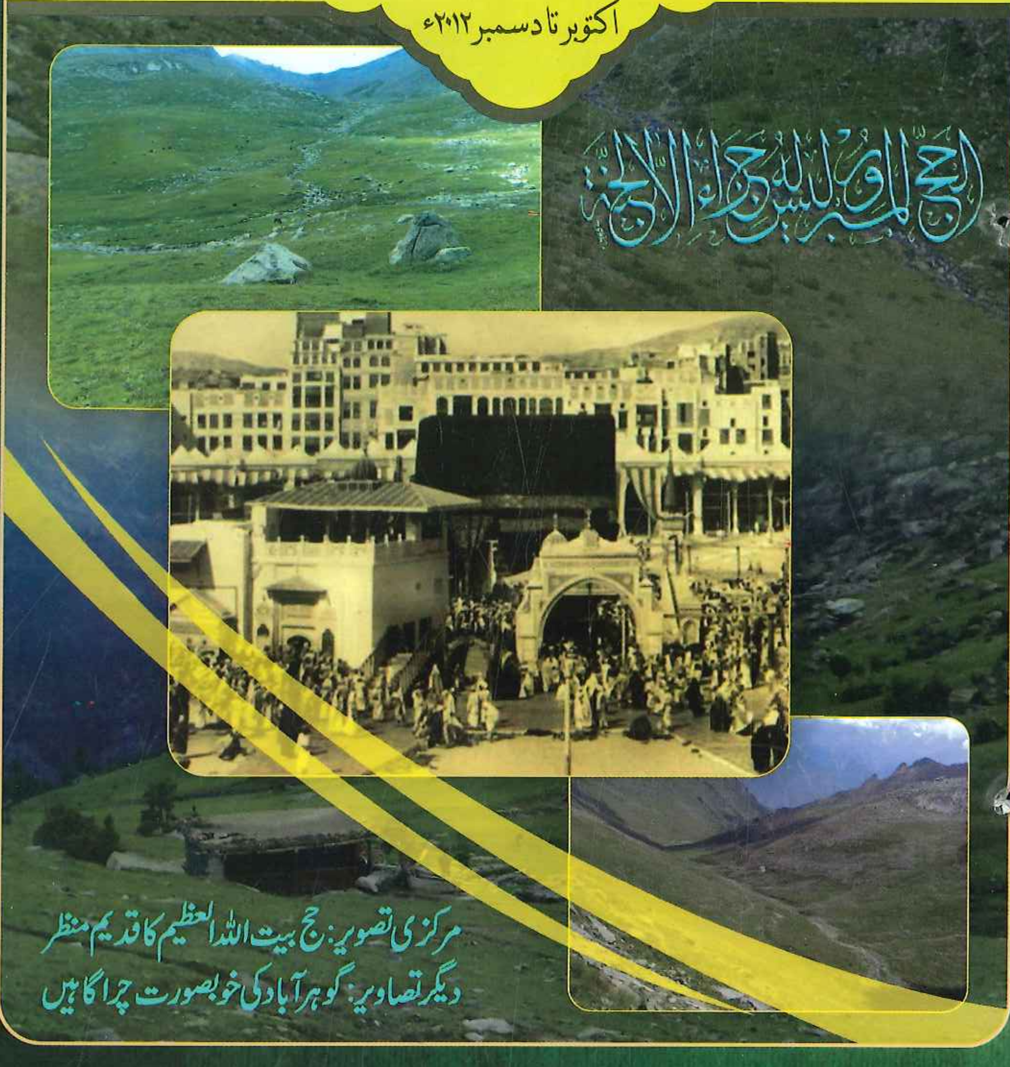

مرکزی تصویر: حج بیت اللہ العظیم کا قدیم منظر
دیگر تصاویر: گوہر آباد کی خوبصورت چراگاہیں

گلگت بلتستان کے مرکزی علاقے شہر گلگت میں علاقے کی اولین دینی درسگاہ

جامعہ نصرۃ الاسلام (بنین)
وجامعہ عائشہ صدیقہ (بنات)

میں حفظ وناظرہ قرآن اور اسکول کی ابتدائی تعلیم (میٹرک) کے ساتھ درس نظامی (متوسطہ سے دورہ حدیث تک، بنین وبنات) کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے اور طلبہ وطالبات کا قیام وطعام کا بندوبست کیا جاتا ہے، جامعہ کے زیرانتظام گلگت اور اس کے مضافات میں کئی ذیلی شاخیں کام کرتی ہیں۔ نیز جامعہ کے زیراہتمام درج ذیل شعبے بھی کام کرتے ہیں۔

۱. شعبہ دارُالافتاء والقضاء
۲. شعبہ تحقیق و تالیف
۳. شعبہ تعلیم و تربیت
۴. شعبہ نشر و اشاعت اور ابلاغیات
۵. شعبہ فلاح و بہبود اور ویلفیئر
۶. شعبہ قیام و طعام
۷. شعبہ حساب
۸. شعبہ تعمیرات

آئیے......

ان عظیم مقاصد کی تکمیل کے لئے دامے درمے، قدمے سخنے ہمارا شانہ بشانہ کھڑا ہوجائیں، اصلاح معاشرہ، خلافت راشدہ کے قیام، تحفظ ناموس رسالت وصحابہ رضی اللہ عنہم اور ملی فرائض کی ادائیگی کے لئے عملی اقدام کریں اور اپنی زکواۃ، صدقات اور خیرات کے ذریعے ادارے کی تعمیر وترقی میں حصہ لیں اور وتعاونو علی البر والتقوی کا عملی ثبوت دیں

جامعہ نصرۃ الاسلام کے اغراض ومقاصد

☆ دین اسلام کی سربلندی
☆ اہل سنت والجماعت کے علمی ورثے کی حفاظت
☆ نظام خلافت راشدہ کے قیام کے لئے جدوجہد
☆ قرآن وحدیث کی تعلیم، تفہیم و ترویج

☆ شعائر اسلام کی حفاظت وتبلیغ

الداعی الی الخیر: (حضرت مولانا قاضی) نثار احمد
رئیس جامعہ نصرۃ الاسلام وجامعہ عائشہ صدیقیہ، عیدگاہ روڈ، گلگت، گلگت بلتستان، فون نمبر: 09258114532-452451+
اکاؤنٹ نمبر بنام: جامعہ اسلامیہ نصرۃ الاسلام حبیب بینک (بمد صدقات) گلگت برانچ: 0107-00268709-03
جامعہ اسلامیہ نصرۃ الاسلام الائیڈ بینک (بمد زکوٰۃ) گلگت برانچ: 01-100-3643-3

گلگت بلتستان کا اولین دینی، اصلاحی و تحقیقی مجلہ

نُصرۃ الإسلام

سہ ماہی گلگت

شمارہ:٤ | اکتوبر تا دسمبر ٢٠١٢ء | جلد:١

بیاد:

بطلِ حریت حضرت مولانا قاضی عبد الرزاق رحمہ اللہ (فاضل دار العلوم دیوبند)

سرپرست اعلیٰ:

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب حفظہ اللہ

چیف ایڈیٹر

مولانا قاضی نثار احمد

ایڈیٹر

ابن شہزاد حقانی

القرآن

رب کا اپنے بندوں سے وعدہ

ونادٰی اصحب الجنة اصحب النار ان قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقاً فهل وجدتم ما وعد ربكم حقاً، قالوا نعم، فاذن مؤذن بينهم ان لعنة الله على الظلمين (القرآن)

ترجمہ: "اور جنتی لوگ پکار کر کہیں گے جہنمیوں سے کہ ہم نے تو وہ وعدہ بالکل سچا پایا ہے جو ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا، تو کیا تم نے بھی سچا پایا ہے وہ وعدہ جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہاں، تو (اس وقت) پکارے گا ایک پکارنے والا ان کے مابین کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر"۔

الحدیث

عشرہ ذی الحجہ میں نیک اعمال کی فضیلت

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں عمل صالح اللہ تعالیٰ کے یہاں ان (ذی الحجہ) دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو"۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا جہاد بھی ان (ایام کے عمل) کے برابر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "(ہاں) جہاد بھی ان دنوں میں کیے ہوئے عمل کے برابر نہیں"، مگر وہ شخص جو جان اور مال لیکر جہاد کے لیے نکلے پھر ان میں سے کوئی چیز بھی واپس نہ لائے (نہ جان، نہ مال، دونوں قربان کردے، یعنی شہید ہو جائے")۔
(صحیح بخاری)

قیمت، فی شمارہ =/50روپے ، سالانہ زرتعاون: اندرون ملک =/250روپے ، بیرون ملک =/600=روپے

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ: ایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلا ، جامعہ نصرۃ الاسلا عیدگاہ روڈ گلگت، گلگت بلتستان
ای میل: ibshaqqani@gmail.com رابطہ نمبر: +92-5811-453279,03003955122,03462974626

پبلشر: مولانا قاضی نثار احمد، جامعہ نصرۃ الاسلام عیدگاہ روڈ گلگت، گلگت بلتستان

عکس نما

آواز حق (اداریہ) ۱۱
ایام حج......گلگت کے پُرآشوب حالات........ چیف ایڈیٹر کے قلم سے

مقالات و مضامین ۱۱
مولانا حبیب اللہ صاحب ایک بے لوث مجاہد.......... مولانا قاضی نثار احمد صاحب

مکالمات و ڈائیلاگ ۱۵
بین المذاہب اختلافات اور مکالمہ کے ذریعہ ان کا حل قرآن و سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں........
پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثاقب

سیرت الصحابہؓ ۲۶
خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ (دوسری آخری قسط)...
مولانا ظہیر احمد (رفیق شعبہ تصنیف و تالیف، جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت)

سفر نامہ ۳۰
وادی غذر: یاسین ویلی کا ایک انوکھا سفر (قسط اول)...... امیر جان حقانی (لیکچرر فیڈرل ڈگری کالج گلگت)

سوانح عمری ۳۶
خطیب گلگت قاضی عبدالرزاق گلگتی رحمۃ اللہ (۳)............امیر جان حقانی

معاشرہ سنوارنے کا ایک رہنما اصول۔۔۔جذبہ ایثار و ہمدری ....ابوانعام الرحمٰن صدیقی ۳۸

تعلیم یافتہ احباب سے دردمندانہ اپیل............ امیر جان حقانی ۴۱

کالم کارنر ۴۷
اہل قلم کی خدمت میں ....ابراہیم حسین عابدی

مسائل و فضائل ۴۸
آپ کے مسائل اور انکا شرعی حل........مفتی عبدالباری (صدر مدرس و مفتی جامعہ نصرۃ الاسلام)

اخبار و آثار ۵۱
رپورٹ: جامع مسجد میں مجلس ختم قرآن کی مختصر روئیداد......
ابن شہزاد حقانی (ایڈیٹر، سہ ماہی نصرۃ الاسلام واستاد جامعہ نصرۃ اللاسلام)

تبصرہ و تعارفِ کتب ۵۵
مختلف کتب و رسائل پر تبصرہ ....مبصر کے قلم سے

اخبار و سرگرمیاں ۵۸
جامعہ کے شب و روز.........
مولانا حبیب اللہ دیدار (مسئول وفاق المدارس العربیہ گلگت بلتستان)

مراسلات ۶۲
مختلف قارئین کے مراسلات و مختصر مضامین..........ادارہ

نامے میرے نامی ۶۳
ایڈیٹر کے نام..........قارئین کرام

شمارہ:۴ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۲ء جلد:۱

آوازِ حق (اداریہ) چیف ایڈیٹر کے قلم سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج کے فضائل......

یکم شوال سے اشہرِ حج شروع ہوتے ہیں، جن ایام میں یہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا انشاء اللہ حج مبارک کے ایام ہونگے۔ اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں، پہلی بنیاد کلمہ شہادت، دوسری بنیاد نماز، تیسری بنیاد روزہ، چوتھی بنیاد زکوٰۃ اور پانچویں بنیاد حج ہے۔ حج صاحب استطاعت پر فرض ہوتی ہے۔ اوقات مخصوصہ میں مقامات مخصوصہ میں افعال مخصوصہ کے ساتھ ادا کی جانے والی یہ جانی و مالی عبادت نہایت عاشقانہ اور والہانہ ہوتی ہے۔ عشاق اپنا سب کچھ محبوب پر نچھاور کرتے ہیں۔ بیت اللہ العزیز رب ذوالجلال کی تجلیات کے نزول کا محل ہے۔ رب تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پیدائش اور جنات کی پیدائش سے قبل اپنے اس گھر کی زمین کو پیدا فرمایا اور اسی سے ساری کائنات کو پھیلایا اور اپنے اس گھر کو اپنے تجلیات، فیوض و برکات کا محور قرار دیا۔ اس کے اردگرد دیوانہ وار گھومنے اور طواف کو عبادت عظیم قرار دیا۔ اس کو دیکھنے، اس کے استلام اور ملتزم کے ساتھ چمٹنے اور لپٹنے کو دل و جان کا سرور بنایا۔ حج عالمگیر نوعیت کی بین الاقوامی ہم آہنگی، ربط اور تعلق پیدا کرنے والی عبادت ہے۔ دنیائے انسانیت آج تک اس عاشقانہ اداؤں پر ورطۂ حیرت میں ہے۔ یہ عبادت اپنے ظاہر کے حوالے سے جہانگیری اور باطن کے حوالے سے سراپا روحانی ہے۔ ایک حاجی بیت اللہ العزیز دیکھتے ہوئے سراپا سرور جان ہوتا ہے اور جھوم کے کہتا ہے ؎

تازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است اُفتم بپائے خود کہ جمال تو دیدہ است

صد بار بوسہ زنم دست خویش را کو دافت گرفتہ بہ سویم کشیدہ است

نبی کریم ﷺ کے ارشاد مبارکہ کی روشنی میں کہ: جسے حج مبرور نصیب ہو یعنی ایسی حج جو گناہوں اور غلطیوں سے پاک وصاف ہو تو حاجی اپنے گھر ایسے لوٹتا ہے کہ جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے یعنی بے گناہ اور معصوم۔

سنن ترمذی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہے کہ "رجع کیوم ولدتہ امہ"۔ بخاری شریف کی ایک حدیث شریف میں ارشاد منقول ہے کہ "الحج المبرور لیس لہ جزآء الا الجنۃ" یعنی حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔

اس لیے ایک حاجی کو حج جانے سے قبل اپنے جملہ حقوق کا جائزہ لیکر ادائیگی کا انتظام کرنا چاہیے۔ حج پر جاتے ہوئے دل و جان، آنکھ و زبان اور ہاتھ پاؤں کی حفاظت کرے۔ کچھ امور کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے ہجوم اور کھینچا تانی سے بالکل اجتناب کریں، خواتین پردے کا خصوصی خیال رکھیں۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ میں عورتوں کے لیے مختص کی ہوئی جگہ پر نمازیں ادا کریں، ورنہ اپنے کمرے میں بھی عورتوں کو وہ اجر ملے گا جو مسجد میں نمازیں ادا کرنے سے ملتا ہے۔ اور گھر میں ہی بہتر ہے۔ حالت احرام میں کیپ پر سے نقاب ڈالے یا مخصوص انداز سے بنایا ہوا نقاب کا اہتمام کریں تا کہ چہرہ پر کپڑا بھی نہ لگے اور پردے کا بھی انتظام ہو۔ اس حوالے سے مختصر اور اتنی گزارش ہے کہ ٹی وی اور دیگر الیکٹرانک میڈیا پر آنے والے اسکالرز یا حج کے مقدس فرض کے نام پر بنائی جانے والی فلموں کے ذریعے مسائل حج معلوم کرنے کے بجائے علماء کرام اور اپنے اپنے مساجد کے خطباء کرام اور آئمہ سے مسائل پوچھ لیں اور حج کے تمام امور کے

حوالے سے ان بوریہ نشیں علماء سے پوری پوری رہنمائی لے لیں۔ ہر مسلمان کے لئے رب ذوالجلال آسان فرمادے۔

حج کا مبارک عمل ایک مسلمان کے لیے بڑی سعادت اور نیک بختی کے لمحات ہونے کے ساتھ فکر کے لمحات بھی ہوتے ہیں کہ آپ کے لائے ہوئے دین پر عمل کتنا ہوا' کیا حق ادا ہوا، ہماری شکل وصورت کیسی ہے۔نظریہ اور اعمال کیسے ہیں۔آپ ﷺ کے دیے ہوئے تعلیمات واحکامات کا کیا حق ادا کیا۔غلامی کے سلیقے اور آداب بجالائے ہیں تو کیسے ہیں۔اس مقام پر تو ادب کا معاملہ نہایت نزاکت اور اہمیت کا معاملہ ہے۔یہاں تو رب تعالیٰ کا بھی حکم ہے ادب کا خیال رکھو۔نہایت توجہ اور فکر کے لمحات ہیں۔

ندامت سے خوف کا عالم اور آقا کے رحمت کی چھاؤں اور ہواؤں میں آپ ﷺ کے رفقاء حضرات شیخین کے سامنے سلام کر کے گزرنا بھی اس طرح مشکل ہے کہ شیخین کا دشمن اپنے بغض وعداوت کے ساتھ دنیا کو مسموم کررہے ہیں۔اس بغض و عداوت کو مزید پھیلانے کے لیے "بیداری" کی مجالس لگائی جاتی ہیں۔مگر آج مسلمان حکمت وجرأت، خدائی سنت کے مطابق دفاع کرنے اور رسول ﷺ کی سنت کے مطابق ان کے مقام ومرتبہ اور ان کی توصیف ومحبت کو توشہ بنانے کے بجائے مصلحت کے شکار ہیں۔شیخین کے باغیوں سے بعد وفرق روا رکھنے کی بجائے سیاسی تعلقات جوڑنے لگے ہیں اور ان کے ساتھ مصاحبت اختیار کی جاچکی ہے،اور ایسا تاثر دیا جاتا ہے کہ ان کی مخالفت ناعاقبت اندیشی اور بچگانہ حرکت ہے۔معاذ اللہ۔

ان کے ساتھ اصولی اختلاف کو فروعی اختلاف ظاہر کرنے والے ججنت والے مقام پر حاضری دے رہے ہونگے تو دل ضرور شرمندہ ہوتا ہوگا۔مسلمان جب بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرتے ہیں تو اس کا لطف وسرور تو وہی جانیں، یہ ذوق کسی کو بیان کرنے کا نہیں، ہم یہی کہہ سکتے ہیں، بندے مؤمن کی حیات نو ہوتی اور خاصان رسل کی توعید ہوتی ہے۔سلام پیش کرنے کے بعد ایک امتی کی دل وجان کی کیفیت رب تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا۔

خدایا از تو عشق مصطفیٰ را　　　محمد از تو می خواہم خدا را

رب تعالیٰ ہر مسلمان کے لیے یہ سفر آسان فرمائے اور قبولیت سے نوازے۔آمین یارب العالمین

....

گلگت کے پُر آشوب حالات!

سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے گزشتہ شمارے میں گلگت کے کشیدہ احوال کے حوالے سے عرض کیا گیا تھا کہ ۱۴ جون بمطابق پندرہ رجب کے موقع پر چراغاں کے حوالے سے خلاف ورزیاں کی گئیں۔ضابطہ اخلاق کی سیاہی ابھی خشک بھی نہیں ہوئی تھی اس کی دھجیاں اڑاتے ہوئے ایک نوجوان کو شروٹ کے علاقے میں بے دردی سے ذبح کیا گیا اور جگلوٹ کے مقام پر بھی ایک نوجوان کو شہید کیا گیا۔انتظامیہ اور کابینہ اپنے تیار کردہ ضابطے کی کھل کر بے ضابطگی پر تماشائی بنی رہی۔حیرت ہوتی ہے کہ اگر ان معاہدوں اور ضابطوں پر عمل درآمد نہیں کرایا جاتا ہے تو اتنی محنت اور مشقت سے کیوں بنائے جاتے ہیں۔ہم حسب سابق قراردادوں اور دیگر ملاقاتوں اور مذاکرات کے ذریعے ارباب اقتدار کی توجہ مبذول کراتے رہے کہ امن معاہد اور ضابطہ اخلاق پر سختی سے عمل درآمد ہونا چاہیے۔یہی آواز ہر سطح اور ہر فورم تک پہنچاتے رہے مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

۱۸ جون کو اہل تشیع بورڈ کے درج ذیل حضرات تشریف لائے۔جناب سید احمد علی شاہ' سابق صدر انجمن امامیہ' وزیر مظفر عباس ریٹائرڈ چیف انجینئر' جناب شمشاد صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی، جناب شرافت الدین ریٹائرڈ محکمہ نیٹکو' جناب شمشاد صاحب ڈائیریکٹر ریجنل آفس علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی گلگت' یہ تمام حضرات مولانا راشد اللہ صاحب برمس کے توسط سے آئے

تھے اور امن وامان کے قیام کے لیے ان کے اچھے جذبات تھے۔ انہوں نے بھی امن وامان کے لیے امن معاہدہ ۲۰۰۵ء اور ضابطۂ اخلاق ۲۰۱۲ء پر عملدرآمد ضروری قرار دیا۔ اس حوالے گلگت انتظامیہ خصوصاً گلگت پولیس کی کمزوریوں کو بیان کیا اور کہا کہ امن کے نام پر سیاست چمکانے والے سیاسی لیڈروں کا بھی کردار کوئی مثالی نہیں۔ اور امن کے قیام میں افسر شاہی بھی مسلسل رکاوٹ بنتی جارہی ہے۔ ان حضرات کا کہنا تھا کہ شہر میں دن بھر مختلف قسم کے لوگ ایک مخصوص طریقے سے ڈرموں میں ایندھن اور تیل جمع کرتے ہیں، متنازعہ مقامات پر چراغاں کرتے ہیں اور پولیس فورس تماشہ دیکھ رہی ہوتی ہے۔ اور شام کو ہم سے آکر کہتے ہیں کہ آپ روکیں۔ اس طرح انہوں نے امپھری کے مقام پر اور شہید ملت روڈ کے مختلف مقامات میں ہونے والی بے ضابطگیوں کا بڑے دکھ سے ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ جن لوگوں نے خلاف ورزیاں کی ہیں ان کے خلاف ہم نے سٹی تھانے میں ایف ائی آر درج کرائی ہے مگر ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں ہوئی ہے۔ انہوں نے آئندہ کے لیے ہمت کے ساتھ امن کے قیام کے لیے کوششوں کا عہد بھی کیا۔ دوران گفتگو ان حضرات نے بتایا کہ ہم مسجد بورڈ والے تو ہیں مگر فی الحال مسجد کا انتظام ہمارے پاس نہیں ہے۔ یعنی ہم بے اختیار ہیں۔ راقم نے ان کی کوششوں کو سراہا اور آئندہ رابطہ کے ساتھ کام پر اتفاق ہوا۔

اسی دوران ۲۳ جون کو کابینہ کے اراکین جناب وزیر شکیل وزیر برقیات و قانون، جناب وزیر صحت گلبر صاحب، وزیر تعمیرات جناب بشیر احمد صاحب، وزیر انکم ٹیکس وزکواۃ جناب نصیر صاحب، ڈپٹی اسپیکر جناب جمیل احمد صاحب، رکن گلگت بلتستان کونسل جناب امجد ایڈوکیٹ صاحب اور دیگر حضرات تشریف لائے اور اصرار کیا کہ راقم کی ایک نشست آغا راحت حسین صاحب خطیب امامیہ مسجد سے ہونی چاہیے تا کہ عوام کو امن کا پیغام پہنچے۔

راقم نے عرض کیا کہ اس ملاقات کی بجائے حکومت قانون اور امن معاہدہ ۲۰۰۵ء پر عمل درآمد یقینی بنائے۔ حالیہ خلاف ورزیوں پر سخت مواخذہ کیا جائے۔ اہل تشیع مساجد بورڈ مسجد سے باہر ہے کو فعال بنائے۔ جس طرح اہلسنت نے مسجد بورڈ سے تعاون کیا ہے دوسرا فریق بھی تعاون کرے۔ امن معاہدہ اور ضابطہ اخلاق پر خلاف ورزی پر سخت سزا طے ہے عمل درآمد بہر صورت ہونا چاہیے۔ شروٹ میں بے گناہ قتل کے جواب میں وزیر قانون نے کہا میں خود قانون کا طالب علم ہوں۔ پولیس کی کاروائی پر بالکل مطمئن نہیں ہوں۔ ناقص اور کمزور کارکردگی ہے۔ ہم نے ڈی ائی جی کو متنبہ کیا ہے۔ ہم جلد مجرموں کو بے نقاب کر کے کیفر کردار تک پہنچائیں گے مگر آج تک ایسا نہیں ہوسکا اور نہ کابینہ اور انتظامیہ اپنی دیگر ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہوسکی، وہ بھی کسی کے ہاتھ کا کھلونہ بنے ہوئے ہیں۔ ظلم کا راج امن معاہدے سے پہلے بھی تھا اور بعد میں بھی جاری ہے۔ مقامی انتظامیہ اور پارلیمانی کمیٹی کے دعوے اور یقین دہانیاں پہلے بھی تھیں اور ضابطہ اخلاق کے وجود میں آنے کے بعد بھی ہیں۔ دکھ اس بات کا ہوتا ہے کہ ابھی تک ظالم اور مظلوم کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی ہے۔ ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم گردانئے والا پرانا فارمولا تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

اراکین کابینہ کے ساتھ یہ طے ہوا کہ راقم کی عمرہ سے واپسی پر نشست ہوگی تب تک ضابطہ اخلاق اور امن معاہدہ ۲۰۰۵ء پر عمل درآمد یقینی بنایا جائے گا۔ راقم وسط رمضان المبارک کو عمرہ سے واپس آیا۔ اس دوران ۱۵ شعبان کے چراغاں میں بھی سخت خلاف ورزیاں ہوئی۔ حکومت حسب سابق امن معاہدہ اور ضابطہ اخلاق پر کوئی عمل درآمد نہیں کرواسکی۔ رمضان المبارک کے بعد دونوں مساجد بورڈ کے ممبران تشریف لائے اور کہا کہ آغا راحت کے ساتھ ملاقات ہو، ان حضرات سے معذرت کیا؟ ان حضرات سے بھی یہی کہا کہ کم از کم ان امور پر جو طے ہو چکے ہیں عمل درآمد کروایا جائے تا کہ ائندہ کے لیے ملاقاتیں اور رابطے مفید ہونگے۔ ان دنوں جناب نواز شریف صاحب گیاڑی شہداء میں چیک تقسیم کرنے تشریف لائے، مسلم لیگی حضرات نے ایک مشترکہ نشست کا تقاضا کیا۔ آنے والے حضرات میں جناب جعفر اللہ صاحب، جناب حاجی اورنگزیب صاحب، جناب امین ڈاکٹر وغیرہ آئے تھے۔

ابھی ساتھیوں سے مشاورت جاری تھی کہ معلوم ہوا کہ راحت حسین صاحب مشترکہ نشست کے لیے راضی نہیں ہو رہے ہیں۔

اہل سنت کی فراخدلی اور امن کے لیے مسلسل تعاون پر مسلم لیگ کے رہنماؤں نے بھرپور شکریہ ادا کیا۔ اور ساتھ ہی چار جید علماء کرام کی حاضری کی درخواست کی، اس موقع پر پر شرکت کرنے کے لیے جناب مولانا حبیب اللہ صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند' جناب مولانا نادر خان صاحب' مولانا رئیس احمد صاحب' جناب مولانا عبدالسمیع صاحب کی تشکیل ہوئی، یہ حضرات ان کے پروگرام میں شریک ہوئے۔ مورخہ ۶ ستمبر کو ایک بار پھر ضلع گلگت اور دیامر کے اراکین اسمبلی وکونسل اور وزراء تشریف لائے انہوں نے پھر وہی سابقہ تقاضہ لے کر آئے کہ ایک مشترکہ نشست ہونی چاہیے۔ انہیں گذشتہ اور حالیہ دنوں کی خلاف ورزیوں کی طرف توجہ مبذول کرایا گیا۔ لولو سر کے دہشت ناک واقعہ کی تنظیم اہل سنت اور ضلع دیامر کے علماء اور عمائدین نے سخت الفاظ میں مذمت کی تھی اس کے باوجود اس کو فرقہ واریت کا رنگ دیکر گلگت بلتستان کے مختلف علاقوں میں چھ بے گناہ لوگوں کو شہید کیا گیا اور کئی سخت زخمی کئے گئے۔ اس کے علاوہ ضابطے میں یہ طے تھا کہ حکومت پاکستان کے خلاف کوئی تقریر وغیرہ نہیں ہوگی۔ فورسز پر اعتراض نہیں ہوگا۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایک مخصوص طبقے نے نہ صرف یہاں موجود فورسز پر اعتراض گیا بلکہ افواج پاکستان کا نام لے کر ان پر تنقید کی۔ اور مختلف مقامات پر "انڈیا قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں" کہ نعرے لگائے گئے، انڈیا مارچ کرنے کی دھمکیاں دی گئیں، استور میں پاکستان مردہ باد کے نعرے لگائے گئے۔ سبز ہلالی پرچم کو نذر آتش کیا گیا۔ ضابطے میں ہڑتالوں اور دھرنوں پر پابندی تھی مگر ایک فریق نے اپنی مسجد سے دھرنے کا باقاعدہ اعلان کیا اور دھرنے دیے۔ ان کا مواخذہ ہونا چاہیے۔

ان حضرات یہ بھی عرض کیا کہ جو بھی ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کریں ان کا سخت مواخذہ کیا جائے۔ مگر ان حضرات کا اصرار رہا کہ یہ باتیں آپ وہاں آکر کہیں، آپ اپنے خیالات اور خدشات وتحفظات کا کھل کر اظہار کریں' اپنی اور اہل سنت کی طرف سے امن وامان کے لیے کی جانے والی کوششوں کا تذکرہ کریں اور اپنے قول وعمل سے ثبوت دیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ آپ کو اپنے مؤقف بیان کرنے کے لیے ایک کھلا فورم مل جائے گا اور اس سب کچھ کے لیے ایک مشترکہ نشست ہونی چاہیے۔ اس سے غلط فہمیاں بھی دور ہونگیں اور علماء کرام اور دین دار طبقوں پر لگنے والے الزامات بھی دور ہونگے۔ یہ حضرات میرے لیے قابل قدر ہونے کے علاوہ میرے دست وباز و بھی تھے، بالآخر علماء کرام کی مشاورت اور معاونت کے بعد کے لیے آمادگی ظاہر کی۔

مورخہ ۹ ستمبر بمطابق ۲۱ شوال بروز اتوار چنار باغ میں نشست طے ہوئی۔ راقم الحروف کو لینے کابینہ کے معزز اراکین غریب خانہ تشریف لائے۔ میرے ہمراہ علماء کرام کی ایک کثیر تعداد بھی تھی جن میں مولانا معاذ صاحب' مولانا سید احمد صاحب' مولانا محمد تظیم صاحب' مولانا منیر احمد صاحب' مولانا راشد اللہ صاحب' مولانا حضرت ولی صاحب' مولانا ظہیر احمد صاحب' مولانا رئیس احمد صاحب' مولانا حبیب اللہ صاحب' وغیرہ تھے۔ تقریبا دس گاڑیوں میں ساتھیوں کے ہمراہ حاضری ہوئی۔ ابتداء علیحدہ نشست کا انعقاد ہوا، میرے ساتھ مولانا معاذ اور آغا احت حسین کے ہمراہ شیخ بلال سمائری تھے۔ اس نشست میں جناب وزیر اعلیٰ صاحب' جناب وزیر بیگ صاحب' جناب دیدار علی صاحب، مولانا عطاء اللہ صاحب، جناب اسماعیل صاحب' جناب چیف سکریٹری صاحب سرور شاہ صاحب ممبر گلگت بلتستان اسمبلی اور دیگر ارکان اسمبلی تھے۔ بعد ازیں جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اسٹیج سکریٹری کے فرائض مولانا سرور شاہ صاحب نے انجام دیے۔ تلاوت کلام کے بعد آغا راحت حسین کو دعوت دی گئی، موصوف نے عدل کے موضوع پر سیر حاصل تقریر کی۔ ان کی اس موضوع پر اچھی تیاری تھی۔ بعد ازاں راقم کو دعوت دی گئی۔ راقم نے مختصراً ایمان اور ایمان کی اصل توحید پر بات کر کے یہی عرض کیا کہ ایمان اور توحید و

رسالت اور اس کے تقاضے اور قرآن مجید پر یقین اور عمل سے ہی عدل اور امن قائم کیا جا سکتا ہے۔ انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑھتا ہے کہ ۹۸ فیصد کی اہل سنت آبادی والے ملک میں اہل سنت کو تمام بنیادی حقوق سے محروم رکھا جا رہا ہے۔

ہماری التماس ہے کہ ایسا جانبدارانہ سلوک نہ کیا جائے۔ گزشتہ چار سالہ تجربہ و مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ ۲۰۰۹ء کو ملنے والا لولا لنگڑا پیکج گلگت بلتستان میں بدآمنی پھیلانے کے علاوہ کسی اور فائدے میں نہیں آیا' اتنا ضرور ہوا کہ ایک مخصوص طبقہ اس سے مستفید ہوتا آرہا ہے اور نہ جانے یہ سلسلہ کب تلک جاری رہے گا۔ ہم اہلسنت ارباب اقتدار سے گزارش کرتے ہیں کہ ہمارے تحفظات کا مناسب حل نکالا جائے۔ اس پیکج کے ذریعے ہمیں دیوار سے لگانے کی پالیسی ترک کی جانی چاہیے۔ ہم نے ہمیشہ امن کی بات کی ہے۔ اور جو بھی اقدام کیا ہے وہ آئینی و قانونی ہے۔ آئین اور قانون سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کی ہے۔ ظلم کا جواب صبر سے دیا ہے، تاہم ہمارے صبر کو کمزوری اور بزدلی پر محمول نہ کیا جائے۔

آخر میں امن امعاہدہ اور ضابطہ اخلاق پر عمل درآمد کا مطالبہ کیا، جس پر آغا راحت صاحب کافی ناراض ہوئے۔ اور دوران تقریر سوال کر ڈالا کہ کیا ہم سنی ہو جائیں؟ میں نے عرض کیا بے شک نہ ہو جائیں مگر اپنی حدود میں رہیں۔ ان کا دوسرا سوال تھا کہ امن معاہدے پر دستخط نہیں ہوئے ہیں، ہم نے عرض کی کہ دستخط 2006ء میں ہو چکے ہیں اس پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ تیسرا سوال کیا کہ ہمیں مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ہم اپنی رسومات بجالائیں گے۔ اس پر ہم نے عرض کیا کہ جناب آپ کی آزادی میری آزادی سے متعلق ہے اور میری آزادی آپ کی آزادی سے متعلق ہے۔ ہمیں اپنی اپنی عبادات اپنی اپنی حدود اور عبادت خانوں میں کرنی چاہیے۔ آغا صاحب کے اس متشددانہ رویہ کو حاضرین مجلس نے سخت محسوس کیا اور بعض نے تو کہہ بھی ڈالا کہ یہ آداب مجلس کے خلاف ہے۔ ان کو اپنی بات کرنے کا پورا پورا موقع مل چکا ہے۔ راقم نے عرض کیا کہ میں مجلس خراب نہیں کرنا چاہتا، سچ کڑوا ہوتا ہے، انہی الفاظ کے ساتھ رخصت ہوا۔

اس تمام تر کاروائی کو مقامی الیکٹرانک میڈیا نے نشر کیا اور اخبارات میں خوب تشہیر کی گئی۔ اگر چہ اس نشست کو مختلف طبقات نے سراہا اور امن کے لیے حوصلہ افزا سمجھا، اسمبلی نے خراج تحسین کی قرارداد پیش کی۔ واہ واہ کیا گیا مگر اس ملاقات کے جو نتائج وفوائد حاصل ہونے تھے وہ ابھی تک نہیں ہوئے۔

راقم مجلس کے بعد کافی پریشان رہا، جمہوری حکومت' مقامی انتظامیہ اور فریق ثانی سے ان چیزوں پر عمل دار آمد کی کوئی امید نہیں، یہ دفع الوقتی ہے۔ اس مجلس میں بھی عرض کیا تھا اور آج ان سطور میں بھی تحریر کیا جارہا ہے کہ آئندہ بدامنی کی ذمہ داری حکومت اور فریق ثانی پر ہوگی جو عملدرآمد سے گریزاں ہے۔ گلگت بلتستان کے وہ جملہ پُر امن واحباب وطبقات' مذہبی و سیاسی زعماء اور وفاقی حکومت سے درخواست ہے کہ امن معاہدہ اور ضابطہ اخلاق پر عمل درآمد کو یقینی بنانے مین اپنا کردار ادا کریں ورنہ اس خطے کے امن کا خدا حافظ ہے۔

یہ میرے علم میں نہیں کہ اللہ نے ہمیں مزید کتنی مہلت دینی ہے۔ تاہم میں رب الارباب سے دعا گوہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری قوم اور دھرتی کو ایک نئی اور تروتازہ زندگی عطا کرے جو بدی کے بجائے نیکی' شروفساد کے بجائے خیر وفلاح' ظلم و جبر کے بجائے عدل وانصاف اور عداوت کے بجائے محبت و مودت کے پاکیزہ جذبات سے مالا مال ہو۔ یارب ذوالجلال ہمیں ایک ایسی مثالی اور پرامن زندگی درکار ہے جو اچھے انسانوں' اچھے شہریوں اور اچھے ہمسائیوں کی طرح امن وآشتی سے معاشرتی زندگی گزار سکیں اور ایک ایسا شفاف نظام وضع کر سکیں جو معاشرے کے تمام طبقات خواہ وہ کسی نسل و رنگ کے ہو یا مذہب و

علاقے سب کے لیے انصاف کے مساوی حقوق عطا کر سکے۔ ان کی مال جان اور عزت و آبرو کا ضامن بن سکے اور آنے والے خطرات کا قبل از وقت پیش بندی کر سکے۔ یا اللہ ایک ایسے مثالی وشاندار معاشرے کے قیام و تکمیل میں ہماری مدد فرما۔ آمین

....

گستاخانہ فلم، مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ حق و باطل کا ٹکراؤ ہمیشہ سے رہا ہے۔ بقول اقبال مرحوم:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہود اہل ایمان کا سب سے بدترین دشمن ہیں۔ یہودیوں کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کو زک پہنچانا بالخصوص آنحضرت ﷺ کی توہین و تضحیک کرنا لازمی سمجھتے ہیں۔ اب پہلے سے زیادہ توہین پر اتر آئے ہیں۔ یہ سلسلہ ڈنمارک سے شروع ہوا ہے۔ یہ خبث باطن رکھنے والے لوگ اظہار رائے کی آزادی کے نام پر اس گھناؤنی حرکت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ جب انسان سے شرم وحیا ختم ہو جائے، اچھے اور برے کی تمیز مٹ جائے تو اس سے ایسی بدمعاشیاں سرزد ہوتی ہیں جن کو بیان کرتے ہوئے مہذب انسان شرماتا ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ ”**اذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت**“۔ آج یہود اور اس کے گماشتے اپنا بغض، خبث باطن کو ظاہر کرنے کے لیے ایسے مذموم راہیں تلاش کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ایمان اور عقیدہ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ملعون پادری ٹیری جونز نے ۵۰ لاکھ ڈالر خرچ کر کے آنحضرت ﷺ کے خلاف ایک ناپاک فلم بنا کر پوری دنیا میں پھیلے ہوئے اربوں مسلمانوں کو سخت آذیت پہنچائی ہے اور پوری دنیا کے امن کو برباد کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ہمیشہ سے قعر مذلت میں غوطہ لگانے والی قوم یہود کی یہ گھٹیاں حرکتیں اپنی رسوائی اور تباہی کے آخری دہانے پر پہنچ چکی ہیں۔ اس حوالے سے مسلمانوں پر لازم ہو گیا ہے کہ وہ ان خبث باطن رکھنے والے انسانیت دشمن عناصر کا ڈٹ کر مقابلہ کریں، اپنی ایمانی غیرت و جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ مسلم حکمرانوں کو چاہیے کہ سفارتی طور پر ان کے اوپر سخت دباؤ ڈالیں۔ آج ایک دفعہ پھر امت کو للکارا گیا ہے لہٰذا امت مسلمہ کو مجموعی طور پر ان یہودیوں اور ان کے معاونین کے خلاف جہاد کا علم بلند کرنا چاہیے۔ مصلحت اور ذاتی مفادات سے نکل کر اجتماعی طور پر ان دو بدو ہو کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ مسلم حکمرانوں کو اس حوالے سے سخت اقدامات کرنے ہونگے۔ مسلمانوں کی کامیابی کا واحد راستہ جہاد فی سبیل اللہ میں ہے مسلمان مرد وزن کو پنا اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ مسلمان حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ آپس میں مل کر اپنے مسلمان عوام کو اعتماد میں لے کر ایسی پالیساں وضع کریں اور ان پر سختی سے عمل کریں تا کہ پھر کسی یہود کو خواب میں بھی سرکار دو عالم ﷺ کی گستاخی کی جرأت نہ ہو سکے۔ مسلمانوں کو کسی طرح اپنا اصل راستہ نہ بدلنا چاہیے اور نہ ہی بھولنا چاہیے۔ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے:

” ولا تھنوا ولا تحزنوا، وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین“

کاش ہمیں اپنا بھولا ہوا سبق یعنی جہاد فی سبیل اللہ دوبارہ یاد آجائے، تا کہ ان ملعون یہودیوں کو ان کی اوقات یاد دلا سکیں۔

والسلام مع الاکرام:

قاضی نثار احمد (مدیر اعلیٰ سہ ماہی نصرۃ الاسلام)

قاضی نثار احمد حفظ اللہ ودرعاہ
امیر تنظیم اہل سنت والجماعت گلگت بلتستان وکوہستان

مولانا حبیب اللہ صاحب

......ایک بے لوث مجاہد......

الحمد لله رب العالمين و الحمد لحضرة الجلالة' والنعتُ لخاتم الرسالة والنبين' والصلوة والسلام على خير الانام وعلى اله و اصحابه اجمعين والعاقبة للمتقين. اما بعد!

دارالعلوم دیوبند کا سلسلہ استناد حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے چلتا ہے' اور حضرت کی سند محمد رسول اللہ ﷺ تک ملتی ہے۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وقت کے تقاضوں کے مطابق منقول دین عزیز کو معقول کا لباس پہنا کر عقل پرست طبیعتوں کو مطمئن کر دیا۔ فضلِ الٰہی سے پورا دین اسلام جس طرح نقل وروایت کے لحاظ سے کامل واکمل ہے اس طرح عقل ودرایت کے حوالے سے بھی۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحۃً یہ ارشاد فرمایا کہ عقلی مصالح دین کی اساس نہیں بلکہ اساس اصلی وحی الٰہی ہے، علوم وحی کو عقلی انداز میں پیش کرنا دراصل وقت کی ضرورت اور مقتضائے حال تھا۔ دارالعلوم کے فیض یافتہ علماء وفضلاء نے وقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دین عزیز کی بہترین خدمات انجام دیں ہیں۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذوق وفکر کے وارث شاہ عبدالعزیز ہوئے پھر شاہ محمد اسحاقؒ اور شاہ عبدالغنیؒ کے واسطوں حضرت الامام الکبیر قاسم العلوم والخیرات' حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور ان کے تلامذہ نے اس الہامی مرکز دارالعلوم دیوبند کے ذریعے ایک عالم کو بقعہ نور بنایا۔ دارالعلوم دیوبند دراصل علمی نسبتوں کا ایک مجمع البحور رہے۔ دیوبندیت اولاً ولی اللہیت اور ثانیاً قاسمیت کا نام ہے، یہ ایک مستقل مکتب خیال ہے یہ کوئی فرقہ یا مذہب نہیں۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ سے کسی نے پوچھا: دیوبندیت کیا شئی ہے؟ یہ کوئی فرقہ ہے یا مذہب؟ فرمایا کہ نہ فرقہ ہے نہ مذہب بلکہ ہر معقول پسند دیندار کا نام دیوبندی ہے۔ لہذا یہی کہا جاسکتا ہے دیوبندیت اہل سنت والجماعت کا ایک کامل واکمل مرقع ہے۔ معتدل وہمہ گیر ایک راست مسلک ہے۔ سید الطائفہ شیخ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ نور اللہ مرقدہ کے فیض سے منور یہ ادارہ اہل سلاسل کا مرکز ومحور ہے۔ یہ مرکز اپنے اصول ہشتگانہ سے آج بھی مدارس دینیہ وعربیہ کے لیے مشعل راہ اور اساس ہی نہیں بلکہ الہامی توشہ ہے۔ مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے ایک مرتبہ تحریک خلافت کے دوران جب دارالعلوم تشریف لائے تو انہیں یہ اصول پیش کیے گئے تو پُرنم ہوکر فرمایا تھا: ان اصول کا عقل سے کیا تعلق یہ تو الہامی ہیں۔

دارالعلوم دیوبند براعظم ایشاء کا عظیم الشان دینی علمی مرکز ہے جس نے فی زمانہ پوری دنیا کے لیے بالعموم اور بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کی ایسی رہبری کی جو اپنی مثال آپ ہے۔ اس روحانی اور الہامی مرکز سے وابستہ تحریکیں' جماعتیں' ادارے اور رجال اللہ نے ایسی خدمات انجام دیں جو تاریخ اسلام میں ایک سنہرے باب کا اضافہ ہے اور یہی محنت آج بھی پوری آب وتاب سے جاری وساری ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید قبولیت سے نوازے۔ درس وتدریس کا میدان ہو یا تصنیف وتحقیق کا میدان' دعوت وتبلیغ کا میدان ہو یا تقریر وتحریر کا میدان' سیاست وقیادت کا میدان ہو یا ظلم وجبر کے سامنے سینہ سپر ہونے کا میدان' شرک وبدعات کی تردید کا میدان ہو یا رفض وارتداد کے خاتمے کا میدان غرض ہر دینی' علمی' سیاسی' جہادی میدان میں

ان اکابر علماء و مشائخ کی بے لوث خدمات ہیں اور ایک عظیم تاریخ رکھتے ہیں۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کی می نگرم   کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

ان بوریہ نشیں اکابر علماء و فضلاء کی ہمت و محنت، خلوص وللّٰہیت، جرأت و حمیت اور غیرت و وفا کی خداداد صلاحیتوں میں نبی اکرم ﷺ کی عشق و غلامی کی نعمت کبریٰ شامل ہے۔ دار العلوم دیوبند کے فیض یافتگان نے ہندوستان پر انگریزی تسلط کو تسلیم کرنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ اس کے سامنے سدِ سکندری بن کر کھڑے ہوئے۔ انگریز جو اپنے آپ کو ناقابل تسخیر قوت سمجھنے تھے انہیں للکارا، ان کی مغربی تہذیب اور ان کے مذموم عزائم کی خوفناکی سے مسلمانان ہند کو بچانے کے لیے مخصوص حالات میں مخصوص انداز سے تعلیم و تربیت کے ذریعے باصفا نیک و صالح غیرت مند علماء کی ایسی جماعتیں تیار کرتے رہے جنہوں نے زندگی کے ہر شعبے پر اور ہر محاذ پر انگریز کی پیدا کردہ ہر ہر فتنہ کو بے نقاب کیا اور ان فتنوں کا خوب تعاقب کیا اور امت مسلمہ کی نہایت عمدہ صالح اور صحیح رہنمائی کی خدمات انجام دیں۔ اس ام المدارس کے حصے میں شیخ کبیر، عظیم روحانی رہنما، جمیعت علماء ہند کے امیر شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی ایمانی فراست و فکر، عزم و استقلال ہمت و جرأت کے امین، ظاہری و باطنی اصلاح سے مالامال ہزاروں علماء کی جماعتیں، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی حکمت و بصیرت، علمی و اخلاقی اور اصلاحی جوہر سے آراستہ ہزاروں علماء کی جماعتیں آئیں۔ جو آج تک اپنے اکابر اساتذہ اور مشائخ کی علمی و عملی یادگار بن کر نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ محوِ سفر ہیں۔ **اللھم احفظھم و تقبل جھدھم و سعیھم**، آمین **یارب العالمین**.

خطہ شمال (گلگت بلتستان) میں ان اکابر و مشائخ اور منبع علم دار العلوم دیوبند کے فیض پانے والے اکابر علماء کرام کی ایک عظیم الشان اور سنہری تاریخ ہے اور ایک بڑی تعداد گزری ہے۔ اللہ تعالی نے ان سے دین متین کا بڑا کام لیا ہے۔ اس بقعہء نور سے فیض پانے والوں نے خصوصاً ایک ایسے دور میں جب خطہء شمال پوری دنیا سے کٹا ہوا تھا، دین عزیز کے وہ عظیم کارنامے انجام دیے جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے۔ دار العلوم دیوبند کا فیض دیکھو کہ اس نے ان کٹے ہوئے علاقوں کو بھی اپنے عظیم سپوتوں سے منور فرما دیا۔ ان لائق و فائق علماء کرام و مشائخ عظام کا ہلکا ذکر نہ کیا جائے تو یہ ناسپاسی ہوگی۔ علماء حق کے اس قافلے کے اولین نام یہ ہیں۔ مولانا عبد الرحیم صاحب (راقم تحریر کے نانا جان)، مولانا شعیب صاحب چلاسی، راقم تحریر کے والد ماجد مولانا قاضی عبد الرزاق صاحب المعروف خطیب گلگت (بانی جامعہ نصرۃ الاسلام و تنظیم اہل سنت والجماعت)، مولانا محبوب شاہ صاحبؒ، مولانا غلام رؤف صاحب چلاسی، مولانا یوسف صاحب گوہر آبادی، مولانا کثیر صاحب بلتستانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین رحمۃً واسعۃً اور اس قافلے حق کے آخری اصحاب میں مولانا نزیر اللہ علیہ الرحمۃ، مولانا گلشیر صاحب علیہ الرحمۃ، مولانا عزیز الرحمان علیہ الرحمۃ، مولانا عبد الحمید دیوبندی علیہ الرحمۃ، مولانا محمد اکبر گل صاحب علیہ الرحمۃ اور مولانا حبیب اللہ دامت فیوضھم ہیں۔ ان اکابر و مشائخ کے تبحر علمی اور ان کا وجود ہی اس خطے کی اصلاح و فلاح کا ذریعہ بنا۔ مشکل ترین حالات میں دینی امور کے حوالے سے عظیم خدمات انجام دیں۔ ان اکابر علماء کرام کی صفات جمیلہ و کمالات حمیدہ، توبہ و انابت، رجوع الی اللہ کی مخلصانہ و مؤثر دعوت، سلوک و تصوف کی حقیقت، علوم و معارف اور باطنی فراست، روحانی دولت، خشیت و فنائیت، تربیت امت، فکری احساسات، نظریاتی خیالات، تحریکی، تبلیغی، جہادی، اصلاحی، علمی، عملی، تحقیقی و تصنیفی اور سماجی و سیاسی خدمات اور محنت و مشقت کا ایک جہاں معترف ہے۔ ان کی خدمات عالیہ کا ذکر کریں تو زبان پر بے ساختہ یہ شعر آ جاتا ہے۔

اولئک اٰبائی فجئنی بمثلھم   اذاجمعتنا یا جریر المجامع

میرے ابا جان نوراللہ مرقدہ بھی دارالعلوم دیوبند کے خوشہ چیں تھے اور آپ کے شاگردوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ یہ ہماری اجتماعی کمزوری تھی کہ ہم ان جبالِ علم وعمل کی حیات میں ان کی سوانح قلمبند نہ کرسکے۔ ان اکابر علماء کی سوانح عمری پر جامعہ نصرۃ الاسلام کے مدرس اور سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے مدیر شہیر مولانا امیر جان حقانی المعروف ابن شہزاد حقانی صاحب گزشتہ چار سال سے تحقیقی کام کررہے ہیں۔ مشاہیر علماء گلگت بلتستان کے نام سے ان کی غیر مطبوعہ کتاب کی کئی قسطیں خیر کثیر لاہور سے چھپ کر علمی حلقوں سے داد وصول کرچکی ہیں اور اب جامعہ نصرۃ الاسلام کے ترجمان مجلۃ سہ ماہی نصرۃ الاسلام میں قسط وار چھپ رہی ہیں۔ سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے ادارتی بورڈ کی طرف سے یہ طے ہوچکا ہے کہ آئندہ وقفہ وقفہ سے فاضلین دارالعلوم دیوبند گلگت بلتستان کی خدمات وشخصیت پر خصوصی اشاعت کا انتظام کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

حضرت الاستاد مولانا حبیب اللہ صاحب متعنا اللہ بطول حیاتھم سے ہمارے گھریلو تعلقات ہیں اور رشتہ داری بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سے کمالات سے نوازا ہے۔ مشکل کے دنوں میں ہمیشہ ان کی دعائیں کام آتیں ہیں۔ دارالعلوم دیوبند علم وہنر کا ایک عظیم گہوارہ ہے، دیوبند کا ہر ہر فاضل مثل گوہر ہوتا ہے اور مینارے کی مانند بلندوبالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ان سے دین حق کا کام لیا ہے اور ان کے فیض کو عام کیا ہے۔ حضرت الاستاد کا شمار بھی دارالعلوم دیوبند کے نامور فضلاء میں ہوتا ہے۔ حضرت والا میرے استاد ہونے کے علاوہ میرے والد ماجدؒ کے شاگرد بھی ہیں اور والد ماجدؒ کی بارگراں اٹھانے والی تحریک کے خاص رفقاء میں سے ہیں۔ حضرت الاستاد کی سادگی اور اخلاص کی وجہ سے ابا جانؒ ان سے زیادہ ہی محبت فرماتے تھے۔ ذکر کرتے تو فرماتے:

''میرے مولانا حبیب اللہ''۔ ایک دفعہ گلگت کے مذہبی تناؤ اور کشیدہ حالات سے دلبرداشتہ ہوئے اور ایک صبح فرمایا کہ ''چلو سکارکوئی مولانا حبیب اللہ کے پاس جاتے ہیں' ان دنوں حضرت سکارکوئی میں سکونت پذیر تھے' صبح سے عصر تک آپ کے گھر میں رہے اور ظہر اور عصر کی نماز آپ کی مسجد میں ابا جانؒ نے پڑھائی۔ ذہنی تھکاوٹ اور کوفت اتارنے کا ایک بہترین دن تھا۔ حضرت والد ماجد صاحب نوراللہ مرقدہ کے تلمیذ خاص ہونے کی وجہ سے میں حضرت الاستاد کو بچپن سے جانتا ہوں' جب بھی والد صاحب کہی چلے جاتے تو مجھے کہتے کہ مولانا حبیب اللہ سے کہو کہ وہ جمعہ کی نماز پڑھائے' اگر کوئی کام ہوتا تو والد صاحب حضرت الاستاد کو میرے ذریعے ہی بلواتے' جامعہ نصرۃ الاسلام کے اولین ناظم دارالاقامہ رہے ہیں۔ استاد محترم خوش نویس بھی ہیں، ابا جانؒ کے فتوے' فیصلے اور اہم تحریرات آپ ہی قلمبند فرماتے۔ گلگت بلتستان پر حضرت الاستاد کے بے پناہ احسانات ہیں جو ہمیشہ یادرکھے جائیں گے۔ علمی اور عوامی دونوں حلقوں میں آپ کے خطبات ومواعظ قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اہم دینی ایام میں آپ کے تقاریر وخطبات ریڈیو پاکستان گلگت سے باقاعدہ نشر کیے جاتے ہیں۔ حضرت الاستاد کا حجاج کرام کو ٹریننگ دینا بھی بے حد اہم کام ہے۔ آپ کی خدمات کی ایک طویل فہرست ہے، جو آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ حضرت الاستاد کا زہدو تقویٰ، تبلیغی واصلاحی خدمات' وعظ ونصیحت اور دینی حمیت کا ایک دنیا معترف ہے اور ایک دنیا جانتی ہے۔

برادرم مکرم جناب اخلاق احمد صاحب (ایم اے مطالعہ پاکستان' لیکچرر آرمی پبلک اسکول اینڈ کالج جوٹیال گلگت) بہت ہی ملنسار طبیعت کے مالک انسان ہیں۔ ان کے دل میں دینی جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ علماء حق کا قدردان ہیں اور علماء میں فساد پھیلانے والوں کے لیے ان کا دل ودماغ ہمیشہ سے متنفر رہتا ہے۔ انہوں نے کئی دفعہ مشاورت کی کہ وہ اپنے

والد صاحب حضرت الاستاد مولانا حبیب اللہ صاحب دامت فیوضہم کی حیات کو قلم بند کرنا چاہتے ہیں۔ اس کام کے حوالے سے میں نے جامعہ کے مدرس مولوی امیر جان حقانی سے کہا کہ آپ جائیے اور ان کی معاونت کریں۔ کیونکہ وہ خود بھی گلگت بلتستان کے فاضلین دیوبند پر تحقیقی پر کام کر رہے ہیں۔ میرے کہنے پر حقانی صاحب حضرت الاستاد مولانا حبیب اللہ کے دولت کدے پر حاضر ہوئے اور برادرم اخلاق احمد کی معیت میں حضرت الاستاد سے وقت متعین کیا اور یوں ۳۰ جون 2012ء کو ان کے دولت کدے میں ان سے ایک تفصیلی انٹرویو کیا گیا جو کاپیوں میں قلمبند بھی ہوا اور کیمرے کی آنکھ نے محفوظ بھی کر لیا۔ ازیں جناب حقانی کو مولانا نذیر اللہ مرحوم کی خدمت میں بھی بھیجا تھا تا کہ ان سے تفصیلی انٹرویو کریں۔ انہوں نے ان سے ایک تفصیلی انٹرویو محفوظ کیا ہے اور ان پر بھی تفصیل سے لکھا ہے۔

یوں برادرم اخلاق احمد صاحب نے اس قلمی و تحریری کام کو تیز سے تیز کر دیا۔ دوران کام ان کی مدد کے اللہ تعالیٰ نے غیبی انتظام فرمایا، جامعہ فاروقیہ کراچی کے مدرس مولانا عارف محمود صاحب اور جامعہ فاروقیہ کراچی کے دو فضلاء مولانا کمیل الدین صاحب اور مولانا راشد اللہ صاحب (مدرس جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت) نے کتاب کی ترتیب، تصحیح اور پروف ریڈنگ میں بھر معاونت کی اور مولانا مقصود صاحب کا بھی تعاون شامل حال رہا۔ بہت ہی کم عرصے میں ان صاحبان کی شب و روز کی کوششوں سے کتاب مکمل ہوئی۔ میں نے کتاب کے ایک حصے کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، ماشاء اللہ بہت ہی اچھا کام کیا گیا ہے، اسلوب بھی خوب ہے تاہم بعض جگہوں میں مزید بہتری کی ضرورت ہے۔ مجموعی طور پر حضرت الاستاد کی زندگی کے تمام گوشوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ان کی ولادت باسعادت، طفولیت، ابتدائی زندگی، تکمیل علم دین، علمی رسوخیت، دینی و سماجی خدمات اور علمی و عملی مشاغل اور بہت کچھ کو ابتداء سے لے کر آج تک کے حالات کو بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ یکجا کیا گیا ہے۔ یقیناً اس کاوش پر برادرم اخلاق احمد اور ان کے معاونین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ برادرم اخلاق صاحب اور ان کے معاونین نے حضرت الاستاد کی سوانح عمری جمع کر کے ایک عظیم کام کیا ہے اور زندہ دلی کا ثبوت دیا ہے، ورنہ تو ہمارے ہاں ایسے نابغہ روزگار اشخاص کا داعی اجل کو لبیک کہنے کے بعد رونا رویا جاتا ہے۔ جب برادرم اخلاق صاحب استاد محترم کی سوانح عمری کا مسودہ لے کر حاضر ہوئے تو دل بے حد خوش ہوا اور مطمئن بھی۔ میں نے ان سے کہا کہ "سچی بات یہ ہے کہ یہ کام مجھے اور استاد محترم کے بیٹے مولانا حسین احمد کو کرنا چاہیے تھا مگر یہ سعادت آپ کو نصیب ہوئی"۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مجھے امید ہے کہ برادرم اخلاق احمد صاحب کی مرتب کردہ یہ کتاب اپنے موضوع اور مقصد دونوں کے لحاظ سے مفید ثابت ہوگی۔ ظاہری و معنوی دونوں طرح سے یہ کتاب جدید اور قدیم اور دنیاوی اور دینی طبقات کے لیے دلچسپ اور دل آویز ہوگی۔ زیر نظر کتاب گلگت بلتستان کی علمی و دینی، تبلیغی و اصلاحی، رفاہی و سماجی اور قومی و ملی خدمات کے حوالے سے ایک بے نام و بے لوث عالم دین حضرت الاستاد مولانا حبیب اللہ دامت فیوضہم کی سبق آموز داستان ہے، میرے خیال میں تبلیغی، روحانی، اصلاحی اداروں سے وابستہ نوجوانوں اور افراد کے لیے یہ کتاب ایک کامیاب نمونہ ہے۔ گلگت بلتستان کی دینی تاریخ کو جس انداز میں مسخ کیا جا رہا ہے اس کے لیے یہ کتاب تریاق کا کام دے گی۔ طالبان علوم نبوت سے استدعا ہے کہ وہ اس کتاب کا ایک دفعہ ضرور مطالعہ کریں، انشاء اللہ بہت مفید ہوگی۔ اور اصحاب قلم و قرطاس سے بھی گزارش ہے کہ اس کتاب کو ضرور پڑھیں اور عامۃ المسلمین بھی دل لگا کر پڑھیں۔ اور انشاء اللہ آنے والے دنوں میں یہ کتاب تاریخ نویس حضرات کا کام آئے گی۔

وصلیٰ اللہ علی تعالیٰ خیر خلقه و علی اٰله و اهل بیته و اصحابه اجمعین، برحمتک یا رب العالمین.

مکالمات و ڈائیلاگ

بین المذاہب اختلافات اور مکالمہ کے ذریعہ ان کا حل...... قرآن و سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

مقالہ نگار: **پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی**

فاضل: جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

صدر: شعبۂ اسلامیات، قائدملت گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت آباد کراچی

سپروائزر: ایم فل/ پی ایچ۔ڈی شعبہ قرآن والسنۃ، فیکلٹی اسلامک اسٹڈیز جامعہ کراچی، وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی

ہائر ایجوکیشن کمیشن اسلام آباد، پاکستان

ABSTRACT

In Islam, all men are equal; no one is above anyone else on the basis of color, race, nationality or religion.Non-Muslims admit to that fact as well.Disagreement on Islamic regulations, beliefs, and various issues is natural and a sign of life.Disagreement is not desired or something sought after,but if it is based on reason,logic and argument,it is not deplorable either.As a matter of fact, it is ordained that disagreements be resolved through educated approach and dialogue.

In some matters, Sahabah felt differently than the Prophet (pbuh), and the Prophet (pbuh) convinced them through logical explanations.At times there had been disagreements among the Sahabah as well. Literature is full of disagreements between Fuqohah, and a brief list of these has been presented in my paper for new research scholars.

Rather than being a blessing, these disagreements, unfortunately, have been turned into disaster,and a foundation for bloody confrontations.Many disagreements and problems can be resolved if an effort is made to solve them through dialogue, and the dialogue can be

a source of national unity . his is the main purpose of writing this paper.

بین المذاہب اختلافات اور مکالمہ کے ذریعہ ان کا حل قرآن وسیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں اسلام میں سب لوگ برابر ہیں خواہ ان کا تعلق کسی رنگ، نسل اور ملک سے ہو اسلام نے زبان اور رنگ ونسل کی تمام مصنوعی دیواریں ڈھادیں اور پوری انسانیت کو اللہ کا کنبہ قرار دیا، اسلام کا نقطہ نظر آفاقی اور اس کی اپروچ بین الاقوامی ہے، آج کی دنیا جو نسلی فسادات اور قومی رقابتوں میں ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہے، یہ نظریہ ان کے لئے امید اور روشنی کی ایک نئی کرن ہے، اب جبکہ یہ دنیا ایک بستی (Global Village) کی شکل اختیار کر چکی ہے اس کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ایسا ہی جامع اور ہمہ گیر نظریہ کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔

غیر مسلموں کے اعترافات:

جارج برنارڈ شاہ اپنی کتاب The Geniune islam میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیتا ہے، اس کے کہنے کے مطابق اگر آج آپ ﷺ موجود ہوتے اور دنیا کی قیادت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی تو آپ ﷺ اس دنیا کے مسائل حل کرنے میں کامیاب ہو جاتے اور اس دنیا کو امن وخوشحالی کا گہوارہ بنا دیتے، اس نے یہ پیش گوئی بھی کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام جس طرح آج کے یورپ کے لئے قابل قبول ہے، اسی طرح کل کا یورپ اس کو بخوشی قبول کرلے گا۔(۱)

پروفیسر آرنلڈ نے مسلم دور حکومت میں فکر وخیال کی آزادی کی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں، اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ رومی سلطنت کے وہ صوبے جن کو مسلمانوں نے تیز رفتاری کے ساتھ فتح کیا تھا، انہوں نے اچانک اپنے آپ کو ایسی رواداری کے ماحول میں پایا جو کئی صدیوں سے ان کے لئے نامعلوم بنی ہوئی تھی، اس قسم کی رواداری ساتویں صدی کی تاریخ میں کسی قدر حیرت ناک تھی:

So striking in the history of the seven the century. ...."

عالمی مذاہب کے درمیان مکالمہ:

ٹی ڈبلیوے آرنلڈ نے اپنی کتاب اشاعتِ اسلام (The Preaching of Islam) میں لکھا ہے کہ عباسی خلیفہ المامون (۸۱۳-۸۳۳) نے سنا کہ اسلام کے مخالفین یہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام اپنی دلیل کی طاقت سے کامیاب نہیں ہوا ہے بلکہ اپنی تلوار کی طاقت سے کامیاب ہوا ہے۔ اس نے دور دور کے ملکوں میں پیغام بھیج کر ہر مذہب کے اہل علم کو بغداد میں جمع کیا اور پھر مسلم علماء کو بلا کر دونوں کو ایک عظیم الشان اجتماع میں بحث ومناظرہ کی دعوت دی، اس علمی مکالمہ میں علماء اسلام کامیاب ہوئے اور غیر مسلم اہل علم نے برسر عام اسلام کی استدلالی عظمت کا اعتراف کیا۔(۲)

آرنلڈ نے لکھا ہے کہ خلفیہ المامون اسلام کی اشاعت کے معاملہ میں، بہت زیادہ پرجوش (Very Zealous) تھا، اس کے باوجود اس نے کبھی اپنی سیاسی طاقت کو تبلیغ اسلام کے لئے استعمال نہیں کیا اور نہ کبھی کسی کو جبراً مسلمان بنایا۔

بغداد کے مذکورہ بین المذاہب اجتماع میں دوسرے مذاہب کے جو اہل علم شریک ہوئے، ان میں ایک یزداں بخت تھا، وہ مالی فرقہ (Manichaean sect) سے تعلق رکھتا تھا اور ایران سے آیا تھا، یزداں بخت نے مسلم علماء کی باتیں سنیں تو وہ اسلام کی استدلالی طاقت سے مرعوب ہو گیا، اس نے مکمل طور پر خاموشی اختیار کرلی۔

اجتماع کے بعد المامون نے اس کو دربار میں بلایا اور اس سے کہا کہ اب تم کو اسلام قبول کرلینا چاہئے، یزداں بخت نے

اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا ''امیر المومنین، میں نے آپ کی بات سنی اور آپ کے مشورہ کو جانا، مگر آپ تو وہ شخص ہیں جو کسی کو اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتے اور جبراً کسی کو مسلمان نہیں بناتے، یزداں بخت کے انکار کے بعد المامون نے اپنی بات واپس لے لی، اور جب یزداں بخت بغداد سے اپنے وطن واپس جانے لگا تو اس نے مسلح محافظ یزداں بخت کے ساتھ کردیئے تاکہ جذبات سے بھرے ہوئے مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ (۳)

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''ابلغه مأمنه''محفوظ مقام تک پہنچادو۔

عالمی سطح پر فکر وفلسفہ اور تہذیب وثقافت کے مختلف رویوں کے درمیان کشمکش اور تصادم کے بڑھتے ہوئے امکانات کی جو صورت حال پیدا ہوگئی ہے، اس میں اسلام ایک واضح فریق کی صورت میں سامنے آرہا ہے، جس کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے زیادہ سے زیادہ تذکرے کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے اس تہذیبی اور فکری کشمکش میں قرآن کریم اور سیرت طیبہ ہی سے ہم صحیح سمت کی طرف رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں اور فکر وفلسفہ اور تہذیب وثقافت کے ان رویوں کا سامنا کرسکتے ہیں جو اسلام کو عالمی منظر سے ہٹانے کے لئے سرگرم عمل ہیں اور مطالبہ کررہے ہیں کہ جس طرح بہت سے دوسرے مذاہب سوسائٹی کی فکری رہنمائی، ثقافتی اور معاشرتی قیادت سے دست بردار ہوگئے ہیں، اسی طرح اسلام کو بھی معاشرتی قیادت کے منظر سے ہٹ جانا چاہئے اور دوسرے مذاہب کی طرح اپنی سرگرمیوں اور ہدایات کو شخصی اور پرائیوٹ دائروں تک محدود کرلینا چاہیے۔

آج کے عالمی منظر میں مسلمانوں کو فکر وفلسفہ تہذیب وثقافت کے حوالے سے یہی سب سے بڑا چیلنج درپیش ہے اور آج نبی کریمؐ کی سیرت وتعلیمات کو اس پس منظر میں مطالعہ کرنے اور دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ سیرت طیبہ کا جس حوالے سے بھی تذکرہ کیا جائے، اجر وثواب، رہنمائی وبرکات کا ذریعہ ہے۔ وہ تو سراپا رحمت وبرکت ہیں اور اجر ثواب کا سرچشمہ ہیں، لیکن ہمیں اپنی ضروریات کو دیکھنا ہے، اپنی کمزوریوں پر نظر رکھنی ہے اور اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ پھر ان ضروریات، کمزوریوں اور کوتاہیوں کا ایک دائرہ ہمارا داخلی دائرہ ہے، اس کے تقاضے مختلف ہیں ایک دائرہ عالمی اور بین الاقوامی ہے جو ہمارے داخلی دائرے سے الگ ہونے کے باوجود تیزی سے بڑھتے ہوئے گلوبل ماحول کی وجہ سے اپنے فاصلے کم کرتا جارہا ہے اور دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہوئے مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔

سیرت النبی ﷺ میں نبی کریم ﷺ کے غیر مسلموں سے ہونے والے مکالمات کا ذکر ملتا ہے جیسے بچپن میں بحیرا راہب سے گفتگو، ورقہ بن نوفل سے مکالمہ اور یہودیوں کیساتھ مباحثہ ومکالمہ جو روح کے موضوع پر ہوا۔ ابن ہشام نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ (۴) اسی طرح ابن ہشام نے حبشہ کے عیسائیوں کا واقعہ بھی نقل کیا ہے، جو مسجد نبوی میں نبی کریم ﷺ سے ملے اور مکالمہ کیا۔ سوال وجواب اور باہمی گفتگو کے بعد وہ لوگ ایمان لے آئے۔ (۵)

اسی طرح آپ ﷺ کے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والوں سے مکالمات ہوئے جو سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ حضرات صحابہ نے بھی اس اسلوب پر عمل کیا۔

مکالمہ کا مقصد:

قرآن کریم میں مذکور قصص اور آیات قرآنیہ میں جو گفت وشنید اور مباحثہ ومناقشہ ہوا ہے وہ باہمی دوطرفہ گفتگو پر دلالت کرتا ہے کہ ہر فریق دوسرے کی بات سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے اور اس گفتگو کے دوران کوئی شدت، ترشی، تعصب اور نفرت کے جذبات نہیں ہوتے بلکہ فریقین امن وآشتی کے ماحول میں معلومات میں اضافہ اور حق بات کو اچھے

ماحول میں ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ جو موقف درست ہے وہ دلائل کی روشنی میں واضح ہو سکے اور فریق ثانی کے ذہن میں جو بھی سوالات پیدا ہوں، وہ براہ راست اطمینان قلب کے ساتھ ان کا تسلی بخش جواب سن لے۔ اور اگر یہ گفتگو ترش روئی، تعصب نفرت اور دوسرے فریق کو کمتر ثابت کرنے کیلئے ہو تو اس کو مکالمہ، گفت وشنید یا ڈائیلاگ نہیں کہا جائے گا بلکہ یہ لڑائی مناظرہ اور جدال ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکالمہ کا مقصد تبادلہ خیال، ایک دوسرے کی آراء سننا اور موقف جاننا ہوتا ہے تاکہ موقف سن کر اس کا جواب دیا جائے یا اپنے ذہن میں اس کے صدق و کذب کو پرکھا جائے۔ اس طرح فریقین معلومات کے تبادلہ کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

باہمی مکالمہ کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ مناظرہ کی طرح فریق ثانی کو نیچا دکھایا جائے، اس پر غلبہ حاصل کیا جائے اور لوگوں کو ثابت کیا جائے کہ دوسرا جھوٹا ہے اور میں سچا ہوں۔ بلکہ مکالمہ اس سے عظیم تر مقاصد کا حامل ہے یعنی اس میں دوسرے کی اصلاح اور تربیت پیش نظر ہوتی ہے تاکہ دوران گفتگو دوسرے کی غلط آراء کی اصلاح کی جائے، اگر وہ کہیں غلطی پر ہے اس کی نشاندہی کی جائے، اور جہاں اس نے کوئی بہت اچھی بات اور قابل عمل بات کی ہے بلا بغض وعناد قبول کی جائے۔ فریق ثانی کو حقائق کی بنیاد پر قائل کیا جائے اور اس کے لئے محبت والفت کا راستہ اختیار کیا جا ئے تاکہ نفرت کے بجائے محبت واخلاص پیدا ہو، اور جب مجلس سے اٹھے تو مخالفانہ آراء پر بھی ہمدردی سے غور کرے اور اصلاح کا راستہ نکل سکے۔ مکالمہ کا مقصد یہ بھی ہے کہ فریق ثانی کی معلومات کیلئے موضوع سے متعلق تمام امور پر گفتگو کی جائے تاکہ وہ مجلس سے اٹھے تو پہلے سے زیادہ معلومات حاصل کر کے جائے۔

دین ومذہب کا مفہوم:

اسلام عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ''سپردگی'' Submission کے ہیں، اور ہمارے دین کی حیثیت سے اس کا مطلب اپنے عقائد ونظریات، اپنی عبادات All Modes of Worship اور رسومات (پیدائش، شادی اور موت کے مواقع پر کرنے والے افعال) نیز اپنی معاشرت، اپنی معیشت اور اپنی سیاست تک کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے تحت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت وسیرت کے تابع کرنا ہے۔

قرآن کریم اور فرمودات نبوی ﷺ میں اسلام کو ایک دین یعنی طرز زندگی Way of Life قرار دیا گیا ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

اس کے علاوہ قرآن کریم میں ''دین'' کا لفظ درج ذیل معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔

۱۔ بدلہ: جیسے سورہ الفاتحہ میں فرمایا: مالک یوم الدین (۶)

۲۔ لین دین: جیسے سورہ بقرہ میں فعل کی شکل میں آیا: تداینتم (۷)

۳۔ راستہ: جیسے سورہ کافرون میں آیا: لیکم دینکم ولی دین (۸)

۴۔ قانون: جیسے سورۂ یوسف میں فرمایا گیا ہے: فی دین الملک (۹)

انگریزی کے لفظ RELIGION کا بالعموم ترجمہ مذہب کیا جاتا ہے، اس کی تعریف آکسفورڈ ڈکشنری میں کچھ یوں ہے:

Belief in the existence of a super natural ruling power, the creator and controller of the universe, who has given man a spiritual nature, which

continues to exist after death of the body, A course of action or a practice regarded as the ruling passion of one's life 1960.(10)

اس کائنات کو پیدا کرنے اور اس کو کنٹرول کرنے والی ایک مافوق الفطرت قوت قاہرہ کی موجودگی کو تسلیم کرنا جس نے انسان کو ایک ایسا روحانی وجود بخشا ہے جو اس کی جسمانی موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے، ایک ایسا لائحہ عمل جس کو کسی فرد کی زندگی کا فیصلہ کن جذبہ قرار دیا جا سکے۔

آکسفورڈ ڈکشنری کے بعد کے ایڈیشن میں الفاظ تبدیل کر کے کچھ یوں تعریف کی گئی ہے۔

Particular system of faith and worship based on religius belief, controlling influence of one's life.

مذہبی عقیدے پر مبنی عقائد و عبادات کا ایک نظام، کسی شخص کی زندگی کو کنٹرول کرنے والا اثر۔

اسی نئی تعریف میں دین کے وسیع تر مفہوم کا نکالا جانا تو اظہر من الشمس ہے ہی، لیکن یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اس کی پہلی تعریف میں صرف ایک مافوق الفطرت ''قوۃ قاہرہ'' کو ماننے کا ذکر ہے۔

بین المذاہب اختلافات:

مختلف فقہی مذاہب خواہ وہ اہل سنت کے چاروں مذاہب ہوں یا دوسرے فقہی مذاہب مثلاً جعفری، زیدی، اباضی، ظاہری، ان میں مضبوط گہرا رشتہ نا قابل انکار ہے، یہ حقیقت جاننے کے لئے ہر فقہی مذہب کی بنیادی کتاب کی ورق گردانی کافی ہے، ان تمام فقہی مذاہب کی کتابوں کی ترتیب اور مسائل پیش کرنے کے طریقوں میں یکسانیت اور مشابہت بہت واضح ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان مذاہب کے اختلافات محض فروعی مسائل میں محدود ہیں اور مذہبی مسائل حل کرنے کا طریقہ اپنی بنیادوں میں بالکل یکساں ہے واقعہ یہ ہے کہ مختلف فقہی مذاہب میں حکم شرعی کا تصور اور حکم شرعی پر استدلال کا انداز بلکہ فقہی اصطلاحات ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اور بعض مسائل میں یہ اختلافات ہر مذہب کو الگ تشخص اور امتیاز فراہم کرتے ہیں۔

اختلاف کا مفہوم قرآن کریم کی روشنی میں:

لفظ ''الاختلاف'' مصدر ہے، اختلف سے اور قرآن کریم میں پچاس سے زائد مقامات پر استعمال ہوا ہے۔(۱۱) کہیں عقیدہ کے اختلاف کو بیان کیا گیا ہے اور تفرقہ بازی کی مذمت کی گئی ہے کہیں اختلاف کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی جانب رجوع کا حکم دیا گیا ہے اور کہیں لیل و نہار، زمین و آسمان کے اختلاف کی وضاحت کی گئی ہے، کہیں امم سابقہ و قصص کے حوالہ سے اختلافات کی نشاندہی کی گئی ہے، کہیں جنت کی نعمتوں کی انواع و اقسام اور ایک دوسرے سے مختلف ہونے کو بیان کیا گیا، کسی جگہ مذموم اختلاف کا ذکر ہے اور کہیں اختلاف محمود کا۔

یہ اختلاف کبھی فرد کا فرد سے کبھی فرد کا معاشرہ سے کبھی معاشرہ، قوم یا جماعت کا دوسرے معاشرہ قوم یا جماعت و قبیلہ سے ہوتا ہے نہ ہر اختلاف محمود ہے نہ ہر اختلاف مذموم بلکہ محمود و مذموم اپنے پس منظر پیرایہ اور سیاق و سباق کی بنیاد پر بنتا ہے۔

فقہاء کے نزدیک اختلاف کا مفہوم:

لغت کے اعتبار سے اختلاف اتفاق کی نقیض ہے، لیکن اختلاف اور خلاف میں بعض نے فرق کیا ہے بعض نے مترادف المعنی قرار دیا ہے، فقہاء کی ایک جماعت جس میں صاحب فتح القدیر، درمختار، حاشیہ ابن عابدین وغیرہ شامل ہیں، کہتی ہے

اختلاف وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں اختلاف کی بنیاد کوئی دلیل ہو اور خلاف وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں اختلاف دلیل کے بجائے ہوئی، ضد یا کسی اور بنیاد پر ہو۔ (۱۲)

بعض فقہاء دونوں کو پہلے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ (۱۳)

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں اختلاف اور مخالفت ایک ہی مفہوم کے حامل ہیں، یعنی ہر ایک دوسرے سے مختلف راستہ اختیار کرے بغیر کسی تنازعہ و جھگڑے کے اگر تنازعہ و جھگڑے کے سبب اختلاف ہو تو اسے منازعہ اور مجادلہ کہا جاتا ہے اختلاف نہیں۔ (۱۴)

ابوالبقاء الکفوی کلیات میں لکھتے ہیں، اختلاف اور خلاف میں چار اعتبار سے فرق ہے۔

۱۔ اختلاف کہتے ہیں، راستے مختلف ہوں مگر مقصود ایک ہو۔ خلاف کہتے ہیں، راستے اور مقصود دونوں مختلف ہوں۔

۲۔ دوسرا فرق یہ ہے، اختلاف اسے کہا جاتا ہے جو دلیل کی بنیاد پر ہو، خلاف اسے کہا جاتا ہے جو بغیر دلیل کے کیا جائے۔

۳۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ اختلاف رحمت ہے اور خلاف بدعت ہے۔

۴۔ چوتھا فرق یہ ہے اگر قاضی فیصلہ کرے بغیر دلیل کے اور اسکے خلاف اپیل کی جائے تو ایسے فیصلہ کو معطل کر دیا جائے گا۔ اگر دلیل کے ساتھ فیصلہ کرے تو اسے معطل کرنا جائز نہیں، الا یہ کہ وہ قرآن وسنت یا اجماع کے مخالف ہو۔ (۱۵)

ائمہ کے درمیان فقہی اختلافات پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب تمام مسالک کا ماخذ قرآن وحدیث ہے تو پھر یہ اختلافات کیوں ہیں، کیا تمام فقیہ کسی ایک مسلک پر جمع نہیں ہو سکتے؟

حقیقت یہ ہے کہ اختلاف رائے بذات خود کوئی بری چیز نہیں، اختلاف اس بات کی علامت ہے کہ معاشرہ میں غور وفکر کی صلاحیت اور تفکر وتدبر کا مادہ موجود ہے، اہل دانش حق وباطل میں تمیز کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، وہ ہر معاملہ میں غور وفکر سوچ بچار تحقیق وجستجو سے کام لیتے ہیں اور کسی بات کو قبول کرنے سے پہلے اس کے ہر پہلو کا دقت نظر سے مطالعہ کرتے ہیں، اور تمام دلائل کا احاطہ کر کے کسی ایک رائے کو اختیار کرتے ہیں۔ اہل دانش کا یہ اختلاف شرعی قوانین میں وسعت اور کمال کا سبب بنتا ہے، تنگی کے بجائے وسعت کا سبب بنتا ہے، فقہاء کے باہم تبادلہ خیال کے نتیجہ میں ایک سے زائد تعبیرات اور تشریحات سامنے آتی ہیں، دلائل کا تبادلہ ہوتا ہے تحقیق کے لئے نئی راہیں کھلتی ہیں، اگر باہم بحث وتمحیص کے بعد کسی معاملہ میں اختلاف آراء سامنے آجائیں تو کوئی بھی فرق دوسرے پر تعصب، ہٹ دھرمی، دشمنی، بیجا مخالفت کا الزام نہیں دھرتا بلکہ مخالف کی رائے کو نہایت صبر وسکون کے ساتھ سنتا ہے، اس کی بات نہیں کاٹتا بلکہ اسے گفتگو کا پورا موقع دیتا ہے، اس کے دلائل پر ٹھنڈے دل سے غور کرتا ہے۔ یہی وجہ سے فقہ کی تمام کتابیں اختلافات اور اختلافی دلائل سے پر ہیں اور ہر مذہبی ادارہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ اختلاف کی اس شکل سے معاشرہ میں علمی ترقی ہوتی ہے اور یہ اختلاف ہر اس معاشرہ میں پایا جاتا ہے جہاں مسائل پر سوچنے کا وقت ہے۔ یہی وہ اختلاف ہے جس کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

لكل جعلنا منكم شرعة و منهاجا (١٦)

اختلاف کی اقسام واسباب:

اختلاف کی مختلف صورتیں ہیں کبھی یہ ادیان کے درمیان ہوتا ہے جیسے یہودیت نصرانیت اور اسلام کے درمیان۔

۱۔ کبھی عقائد کا اختلاف ہوتا ہے جیسے قدریہ، جبریہ، معتزلہ، خوارج اور جہمیہ کے درمیان۔

۲۔ اختلاف کی تیسری صورت فقہاء کے درمیان فروعات میں اختلافات جیسے آئمہ اربعہ کا باہمی اختلاف۔ (۱۷)

فقہاء کے درمیان اختلاف کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، جس کا سبب دلائل کا مختلف ہونا ہے۔

۱۔ کبھی عبارت کے سبب۔
۲۔ کبھی عبارت کی تعبیر میں اختلاف ہوتا ہے۔
۳۔ کبھی عبارت کی تفسیر میں اختلاف ہوتا ہے۔
۴۔ کبھی اختلاف کا سبب لغت ہوتی ہے۔
۵۔ کبھی متضاد روایات ہوتی ہیں۔(۱۸)

محمد عوامہ لکھتے ہیں اختلاف کے اسباب الگ الگ ہوتے ہیں۔

۱۔ ایک سبب عقلوں کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا ہے۔
۲۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ نص قرآن وحدیث کی تعبیر وتفسیر میں مختلف احتمالات ہوتے ہیں کوئی ایک کو اختیار کرتا ہے کوئی دوسرے کو جس کے سبب اختلاف ہوجاتا ہے۔
۳۔ تیسرا سبب متن کے لغوی معنی میں اختلاف ہوتا ہے، جیسے لفظ ''قروء'' طہر وحیض کے متضاد معنوں میں استعمال ہوتا ہے، لہٰذا فقہاء نے متضاد احکامات کا استخراج کیا ہے، جس کی مثالیں آگے پیش کی جائیں گی۔(۱۹)

لیکن ان اختلافات کو علمی محافل ومکالمہ کی مجلس منعقد کر کے کم سے کم کیا جاتا ہے۔

مکالمہ کی تعریف وتعارف:

اللہ تعالیٰ جس نے انسان کو پیدا کیا اسے گویائی اور قوتِ بیان سے نوازا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح تھے جن کا فرمان ہے کہ کلام میں جادو کی سی قوت ہوتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جس سب سے بڑی نعمت سے نوازا ہے وہ زبان کی قوت اور بیان کی صلاحیت ہے۔ انسان حقوق اللہ، حقوق العباد اور دعوت وتبلیغ اور روزمرہ کے امور اسی زبان سے ادا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ پر غور کریں۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ۔(۲۰)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دیں اور لوگوں سے مباحثہ کریں، ایسے طریقے سے جو بہتر ہو۔

لہٰذا داعی کے لئے دعوت وتبلیغ میں جن اہم وسائل کی ضرورت ہے ان میں سے ایک بڑا اور اہم وسیلہ زبان اور گفتگو کا انداز ہے اور یہ داعی کی اعلیٰ صفات میں سے ایک اہم صفت ہے۔ علامہ اقبال کا ارشاد ہے:

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

زبان کے صحیح استعمال، شریں بیانی اور موقع ومحل کے لحاظ سے گفتگو کر کے آدمی بڑے سے بڑے مخالف کو زیر کر سکتا ہے۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے:

بشیریں زبانی ولطف وخوشی
توانی کہ پیلے بموئے کشی

''زبان کی مٹھاس اور لطف وخوشی سے ہاتھی کو بال سے کھینچ سکتے ہو۔''

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو مکالمہ وگفتگو کے آداب کی بہت تفصیل اور وضاحت سے تعلیم دی ہے۔

اختلاف کے خاتمہ کیلئے تدبر وتفکر کا حکم:

مکالمہ بات چیت کی وہ قسم ہے جو دو اشخاص یا دو ٹیموں کے درمیان ہوتی ہے۔ اس میں باتوں کا تبادلہ فریقین میں برابری کی بنیاد پر ہوتا ہے، چنانچہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں ہوتی، اس میں سکون واطمینان کی فضا ہوتی ہے۔ جھگڑے اور تعصب وعناد سے دور رہ کر تبادلہ خیال ہوتا ہے۔ ایسی گفتگو مطالعہ کے دوران دو دوستوں یا ساتھ کام کرنے والے دو اشخاص کے درمیان کام کرتے ہوئے یا کسی محفل کے شرکاء کے درمیان باہم ہوا کرتی ہے۔ عربی میں حوار (گفتگو) دو فریقوں میں کلام اور بات چیت کے تبادلہ کو کہتے ہیں جو ایک فریق سے دوسرے کی طرف اور دوسرے سے پہلے کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے اور اس میں دونوں فریقوں کے درمیان کوئی ایسی کیفیت پیدا نہیں ہوتی جس سے کسی قسم کی کشیدگی اور نزاع کی شکل پیدا ہو جائے۔

مکالمہ کی غرض وغایت:

ماہرین نے گفتگو کا ایک نظریہ (تھیوری) پیش کیا ہے، جسے اگر سب تسلیم کرلیں تو بہت سی مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔ وہ نظریہ یہ ہے: ''گفتگو کا مقصد باہمی الفت، ہمدردی اور آپس میں میل جول پیدا کرنا ہے''۔

اب اگر اس نظریہ کے تحت لوگ آپس میں بات چیت کریں تو گفتگو میں رنجش اور ناخوشگواری کے امکانات کم ہیں، بلکہ اس مقصد کے ساتھ گفتگو سے انسان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور باہم تعلقات بڑھتے رہتے ہیں اور انسان ہر دلعزیز بن جاتا ہے۔

لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو حکمت کس طرح ملی تو انہوں نے کہا: ''میں بے ضرورت کوئی سوال اور بے مقصد کوئی گفتگو نہیں کرتا۔''

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آدمی کا اچھا اسلام یہ ہے کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔ (۲۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں ناپسند ہیں، ۱۔ بے مقصد گفتگو، ۲۔ مال کا ضیاع، ۳۔ غیر ضروری سوال۔

مناظرہ اور دوسروں کو نیچا دکھانے کے لئے بحث ومباحثہ بھی اسی ضمن میں آتا ہے، اس لئے کہ اس میں بڑا بننے کی خواہش ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا آدمی بدخو ''جھگڑالو ہے'' اور جھگڑا وہ ہے جو باطل یا لاعلمی پر مبنی ہو۔

قرآن کہتا ہے: ادفع بالتی ہی احسن آپ مکالمہ کے دوران عمدہ طریقہ سے جواب دیں، اس لئے کہ مکالمہ کا مقصد دشمن کو دوست بنانا ہوتا ہے، جبکہ مناظرہ میں دوست کو دشمن بنالیا جاتا ہے۔ لہٰذا مکالمہ کرتے ہوئے مکالمہ کی غرض وغایت کو پیش نظر رکھا جائے۔

گفتگو کی اہمیت، ضرورت، ہمہ گیریت اور وسعت پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر انسان کو روزانہ کسی نہ کسی سے گفتگو ضرور کرنا ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ کاشتکار، چرواہے، اکیلے سفر کرنے والے مسافر، تنہائی میں کام کرنے والے کارندے بھی بالکل خاموش نہیں رہ سکتے۔ اس لئے وہ بھی کچھ نہ کچھ بولنے کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ یہ سلسلہ ذکر واذکار، حمد و

نعت، مختلف قسم کے گیت گنگنانے اور جانوروں سے باتیں کرنے کی شکل میں بھی ہوتا ہے۔

مکالمہ کے اصول قرآن وسیرت طیبہ کی روشنی میں:

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ﷺ اور قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے مکالمہ کے جو اصول واضح ہوتے ہیں ان میں سے سب سے اہم یہ ہیں:

مکالمہ کرنے والے کے لئے لازمی ہے کہ سچ بولے قرآن کریم نے مسلمان کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ سچ بولتے ہیں۔(۲۲)

آپ ﷺ نے فرمایا:

الصدق ینجی والکذب یھلک

سچائی انسان کو نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔ مکالمہ میں عدل وانصاف کا دامن تھامے رہنا چاہئے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی (۲۳)

جس موضوع پر مکالمہ کیا جارہا ہے اس پر خوب تحقیق کرلے تاکہ بہتر ومدلل انداز میں دوسرے کو قائل کرسکے، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع

کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ سنی سنائی باتوں کو نقل کرتا پھرے۔

مکالمہ میں متکلم کے کلام کا وہی مفہوم معتبر ہوگا جو اس کا مقصود ہو......

زبردستی معنی ومفہوم کا استخراج کرکے دوسرے کی جانب منسوب کرنا اصول مکالمہ کی رو سے غلط ہے، بلکہ دنیا کی ہر عدالت قائل سے اس کے قول کی وضاحت طلب کرتی ہے، اور اس کی وضاحت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔(۲۴)

مکالمہ میں نیت خالص ہونی چاہئے، یعنی مکالمہ کا مقصد دوسرے کو نیچا دکھانا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہونا چاہئے۔

مکالمہ کے لئے موضوع کا تعین ہونا چاہئے، جب تک موضوع کا تعین نہ ہو، دائرہ بحث پھیلنے کا امکان ہے، جس سے بحث لاحاصل ہوجائے گی، مکالمہ میں دوسرے کو گفتگو کا پورا موقع فراہم کرنا چاہئے اور دوسرے کے موقف ودلائل کو پوری توجہ سے سننا چاہئے۔

مکالمہ کے وقت اپنے اعصاب (باڈی لینگویج) پر قابو رکھنا چاہئے، مخاطب کے لئے اہانت آمیز اشارے یا اہانت آمیز باڈی لینگویج اختیار کرنے سے بچنا چاہئے، یاد رکھئے، آپ کسی کی اہانت کرکے اس کے دل میں اپنے یا اپنے پیغام کے لئے جگہ نہیں بنا سکتے۔ فریق مخالف کا احترام ہر حال میں لازمی ہے۔

مکالمہ میں تحمل کو اختیار کرنا چاہئے، مخالف کی کسی بات یا دلیل پر چراغ پا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اپنا جواب دلیل کی قوت سے دینا چاہئے، مکالمہ مدلل انداز میں کرنا چاہئے، اتہام بازی، لچھے دار گفتگو یا شور مچا کر نہیں ہونا چاہئے۔

مکالمہ کو نتیجہ خیز ہونا چاہئے۔ مکالمہ اس انداز میں کیا جائے کہ فریق ثانی اور سامعین پیش کردہ نکات پر غور وفکر کرسکتے ہیں۔(۲۵)

میڈیا پر آج کل سب سے زیادہ مکالماتی اسلوب نمایاں ہے۔ بلاشبہ مکالمہ دو یا دو سے زیادہ افراد کی ایسی باہمی گفتگو ہوتی ہے جس میں موضوع متعین ہو اور فریقین دوستانہ ماحول میں دلائل کی روشنی میں پورے اخلاص سے ایک دوسری کے موقف کو سنیں اور جواب دیں۔ قرآن پاک کے اندر موجود بے شمار علوم وفنون کے خزانوں میں سے ایک مکالمہ بھی ہے۔ گزشتہ صدیوں میں مکالماتی اسلوب کے بجائے جدل، مناظرہ اور مباحثہ کا اسلوب زیادہ تر رائج رہا جس میں فریق ثانی کے ساتھ دوستانہ ماحول میں زیادہ گفتگو نہیں ہوتی تھی، بلکہ تند و تیز جملوں کا استعمال اور نیچا دکھانا شامل ہوتا تھا۔ مگر قرآن میں موجود سینکڑوں کی تعداد میں مکالمات دور حاضر میں رائج مکالماتی اسلوب کے آداب اور اہمیت بیان کرنے کیلئے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے مکالمات کئے، جن میں سے بعض کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ اسی طرح مخلوق کے درمیان مکالمہ کا تذکرہ بھی قرآن کریم میں فرمادیا ہے جن میں بنی نوع انسان کے لئے بہترین ہدایت و رہنمائی، عبرت، نصیحت اور دیگر اسباق موجود ہیں۔ قرآن میں وارد ہونے والے ہر قسم کے مکالمات کا بنیادی موضوع عبادات وایمانیات ہی رہا ہے ان مکالمات میں موجود جو فریق حق پر ہوتا ہے اس کی طرف سے اس قدر مضبوط، مستحکم عقلی دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ نہ صرف فریق ثانی لاجواب ہو جاتا ہے بلکہ جو کوئی بھی اس مکالمہ کو قرآن میں بغور پڑھتا ہے وہ بھی حق کا قائل ہو کر رہتا ہے۔ یہ ایک عظیم دعوتی اسلوب ہے جس کی ضرورت دور حاضر کی مشینی اور ابلاغی دور میں اور بھی بڑھ گئی ہے۔........(جاری ہے)

حواشی وحوالہ جات

١۔ مجلّہ: بزم قاسمی انٹرنیشنل ربیع الاول ۱۴۲۰ھ/ص ۱۸۰
٢۔ ایضاً، ص ۸۶
٣۔ ایضاً، ص ۵۶
٤۔ ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، مصر ۱۹۳۷ء، ۲/ ۳۶،
۵۔ ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، قاہرہ ۲/ ۲۹۱،
٦۔ سورہ الفاتحہ، ۳/
٧۔ سورہ بقرہ/ ۲۸۲
٨۔ سورہ الکافرون/ ٦
٩۔ سورہ یوسف/ ۷٦
10- Oxford Dictionary, 1995
١١۔ سورہ محمد/ ۲۰، الانفال/ ۴۲، بقرہ/ ۱۱۳، ۲۱۳، ۱٦۴، ۲۵۱ - ۲۵۳، آل عمران/ ۵۵، ۱۹۰، یونس/ ۹۳، ۱۹، النحل/ ۳۹، ٦۴، ۱۲۴، ۱۳، ٦۹، المائدہ/ ۴۸، الحج/ ۲۹، ٦۹، النمل/ ۷٦، السجدہ/ ۲۵، الزمر/ ۳، ۴٦، ۳۱، الشوریٰ/ ۱۰، ۸، الزخرف/ ٦۳، ۳۲ - ۳۳، الجاثیۃ/ ۱۳، ۵، الانعام/ ۱۴۱، ۱٦۵، ۱۵۹، یونس/ ٦، ۱۹، ۹۳، ہود/ ۱۱۰، ۱۱۸، المومنون/ ۸۰، الروم/ ۲۲، فاطر/ ۲۷، ۲۸، فصلت/ ۴۵، الحجرات/ ۱۳، التوبۃ/ ۸۱، ۸۳، ۸۷، ۹۳،
١٢۔ موسوعۃ الفقھیۃ وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ کویت الطبعۃ الثانیۃ 1983ء ج/ ۲۹۱
١٣۔ ایضاً، ج/ ۲، ص/ ۲۹۲

۱۴۔ اصفہانی، امام راغب المفردات فی القرآن، ج/ا، ص/ ۷۹، ۸۰
۱۵۔ محمد عوامہ، ادب الاختلاف فی مسائل العلم والدین، دار البشائر بیروت لبنان الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۹۷ء، ص/ ۸۔ ۹
۱۶۔ سورہ مائدہ، آیت ۴۸
۱۷۔ محمد عوامہ، ادب الاختلاف فی مسائل العلم والدین دار البشائر بیروت، لبنان، ۱۹۹۷ء، ص/ ۱۴
۱۸۔ ایضاً، ج/ ۲، ص/ ۲۹۳
۱۹۔ محمد عوامہ ادب الاختلاف فی مسائل العلم، والدین دار البشائر، بیروت لبنان، ۱۹۹۷ء، ص/ ۱۸
۲۰۔ سورہ نمل، آیت ۱۲۵
۲۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح البخاری، باب ترک مالایعنیہ
۲۲۔ سورہ الاحزاب، آیت ۳۵
۲۳۔ سورہ الانعام، آیت ۱۰۶
۲۴۔ اگر بریلوی زعماء اس نکتہ پر غور کرلیں تو تمام دیوبندی بریلوی اختلافات ختم ہو سکتے ہیں۔
۲۵۔ اس موضوع پر میری تفصیلی کتاب مکالمہ واتحاد بین المذاہب کی مذہبی بنیادیں، ڈاکٹر صلاح الدین ثانی، مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان، ۲۰۰۵ء، ص/ ۶۹ تا ۱۱۲ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

خوشخبری

مولانا نذیر اللہ خان مرحوم

پر خصوصی شمارے کا انعقاد

مولانا نذیر اللہ مرحوم دار العلوم دیوبند کے فاضل اور جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے متخصص تھے۔ طویل عرصہ گلگت بلتستان میں دینی، رفاہی اور سماجی خدمات انجام دے کر اکتوبر ۲۰۱۰ء کو راہی دار البقاء ہوئے ہیں۔ جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت کو برسوں اپنے خون سے آبیاری کرنے والے مولانا مرحوم پر سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے چیف ایڈیٹر اور ایڈیٹر نے خصوصی شمارہ نکالنے کا عزم مصمم کیا ہے۔ مولانا مرحوم کے ذاتی دوست، اقارب اور اہل قلم سے گزارش ہے کہ مولانا مرحوم کی دینی وسماجی خدمات پر مشتمل اپنے خیالات جلد از جلد لکھ کر ہمیں ارسال کریں۔ یاد رہے کہ مولانا کی زندگی متنوع موضوعات کو سمیٹی ہوئی ہے، آپ نے مولانا مرحوم کے ساتھ جس انداز میں بھی زندگی کے چند لمحات گزارے ہوں وہ قلم بند کر کے ہمیں پہنچائے۔ مبتدی لکھاریوں کی رشحات قلم کو ادارہ نوک پلک سنوار کر کے قابل اشاعت بنائے گا۔

منجانب: چیف ایڈیٹر وایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلام گلگت۔ خط کتابت ورابط:

آفس سہ ماہی نصرۃ الاسلام عیدگاہ روڈ گلگت، فون نمبر: 03462974626، ای میل:

سیرت الصحابہؓ ـــــ **گزشہ سے پیوستہ**

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کے مختصر حالاتِ زندگی

(دوسری قسط)

مقالہ نگار: مولانا ظہیر احمد

رفیق شعبہ تصنیف و تالیف، جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت

تو غور فرمائیے کہ:

جس حاکم کا دین خدا کا دین ہو اور جس کا لشکر خدا کا لشکر کہلائے اور اس لشکر کی خدا مدد فرمائے اور اس کے زمانے کو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ دور نبوی ﷺ کی فرع بتائیں اور اس سے ''قیم بالامر'' کے لقب سے یاد فرمائیں وہ یقیناً خلیفہ برحق اور اسلامی حاکم ہوگا اور اس کی حکومت بلا شبہ خلافت راشدہؓ اور امامت عادلہ کے اصولوں پر قائم ہوگی اور اگر یہ حکومت اور اس کی جنگیں غیر اسلامی ہوتیں تو ناممکن تھا کہ خدا نصرت کرتا جس کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہادت دے رہے ہیں کہ ان جنگوں میں ضرور نصرت خداوندی کا ظہور ہوا' نیز حضرت عمرؓ کے غزوات کو غزوات نبوی ﷺ سے مماثلت دی کہ جس طرح اپنے نبی ﷺ اور اس کے لشکروں کی باوجود قلت اور بے سروسامانی کے خداوند کریم نے مدد کی وہی خدا اب بھی زندہ ہے کہ غزوات روم اور جنگ فارس میں ہماری بھی عجمیوں کے مقابلے میں نصرت فرمائے گا۔

حضرت عمرؓ کا دین پر قائم رہنا اور دین کو قائم رکھنا!

بقول حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے کہ؛ حضرت عمرؓ نے دین کو قائم رکھا اور خود بھی دین پر قائم رہے۔ نیز نہج البلاغہ ہی میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

"وولیھم والٍ فاقام واستقام حتیٰ ضرب الدین بجرانہ".

مفتی جعفر حسین قبلہ نے اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے ''لوگوں کے امور کا ایک حاکم وفرماں روا ذمہ دار ہوا جو سیدھے راستے پر چلا اور دوسروں کو اس راہ پر لگایا یہاں تک کہ دین نے اپنا سینہ ٹیک دیا'' (۱۹)۔ اونٹ جب راحت واطمینان کے ساتھ ہوتا ہے تو اپنا سینہ زمین پر رکھ دیتا ہے اور ''جران'' اونٹ کے سینے کے اس کنارے کو کہتے ہیں جو گردن سے ملا ہوا ہوتا ہے اونٹ جب زمین پر بیٹھ کر اپنا سینہ رکھ دیتا ہے تو یہ اس کے کمال اطمینان اور آرام کی حالت ہوتی ہے۔ اس قول میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے دین کو اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ دین نے اپنا سینہ زمین پر رکھ دیا' مطلب یہ کہ اس حاکم کے زمانے میں دین کو کمال قوت وراحت حاصل ہوئی جس سے تقویت دین مراد ہے۔ اور وہ حاکم کون ہے جس نے اپنی حکومت میں دین کو قائم رکھا اور خود بھی دین پر قائم رہا' اس کی شرح بھی شارحین نہج البلاغہ ہی سے سنیں، چنانچہ شارح ابن میثم بحرانی اپنی شرح کبیر میں لکھتے ہیں'' ان الوالی ھو عمر بن الخطاب''، کہ وہ حاکم عمر بن خطاب ہیں' (۲۰)۔

جادووہ جو سر چڑھ کر بولے۔ اور علامہ فتح اللہ کا کاشانی جملہ " و و لیھـم و الٍ " کی فارسی میں یہ شرح لکھتے ہیں "یعنی والی ایشاں شد والی کہ عمر خطاب است" اور جملہ "حتی ضرب الدین بجرانہ" کی شرح میں مرقوم ہے "وایں کنایہ است از استقرار و تمکین اہل اسلام" کہ دین کو اونٹ کے ساتھ تشبیہ دینا کنایہ ہے اور اس سے دین اکا استقرار اور اہل اسلام کا قوی ہونا مراد ہے۔(۲۱) نہج البلاغہ کی عبارت سے اور شارحین کی شرح سے حسب ذیل امور ثابت ہو گئے۔

۱۔ یہ کہ مسلمانوں پر ایک حاکم مقرر ہوا۔

۲۔ اس حاکم نے دین کو قائم ودائم رکھا۔

۳۔ وہ حاکم خود بھی دین پر قائم ودائم رہا۔

۴۔ اس حاکم سے مراد عمر بن خطاب ہیں۔

امام تقیؒ کا فضیلت عمرؓ کی قائلیت

امام تقیؒ حضرت عمرؓ کی فضیلت کے قائل تھے، شیخ احمد ابی طالب طبرسی جو قرن سادس کے مشہور علمائے امامیہ میں سے گزرے ہیں جو اپنے نویں امام کا قول یوں نقل کرتے ہیں "لست بمنکر فضل عمر ولکن ابا بکر افضل من عمر" کہ میں نہیں ہوں منکر عمرؓ کی فضیلت کا لیکن ابوبکرؓ، عمر پر فضیلت رکھتے ہیں (۲۲)۔

مجمع البیان میں فاروق اعظمؓ کی فضیلت......

جنگ بدر کے دن کافروں کے قیدی مسلمانوں کی حراست میں آ گئے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کے قیدیوں کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ لیا جب حضرت عمرؓ کی رائے معلوم کی؛

" فقال عمر بن الخطاب: یا رسول الله کذبوک و أخرجوک فقد مهم و اضرب اعناقهم و مکن علیّا من عقیل فیضرب عنقه و مکینی من فلان أضرب عنقه' فأنّ هٰولاء أئمة الکفر قال ابن زید فقال رسول الله صلی الله علیه و اله و سلم" لو نزل عذاب من السماء مانجا منکم غیر عمرو سعد بن معاذ"

تو عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا اور جلاوطن کیا لھذا ان کو آگے لائیے اور گردن مار دیجئے اور عقیل کو علی کے حوالے کیجئے اور میرے فلاں رشتہ دار کو میرے سپرد کیجئے تا کہ ہم خود اپنے ہاتھوں اپنے اپنے رشتہ داروں کو قتل کر دیں کیونکہ یہ لوگ کافروں کے پیشواء ہیں، ابن زیدؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس وقت آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمر اور سعد بن معاذ کے کوئی نہ بچتا (۲۳)۔

خوف خدا اور رعایا کے ساتھ حسنِ سلوک......

ابن طاؤس نے اپنے والد صاحب سے روایت کی، عمرؓ ابن الخطاب نے تاوقتیکہ الوگ سرسبز نہ ہو گئے نہ گھی کھایا نہ گھی کی کوئی چیز' (۲۳)۔

راتوں کا گشت......

اسلم سے مروی ہے کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ ایک سنگلاخ زمین کی طرف گیا جب ہم اونچے مقامات کی طرف پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک جگہ آگ جل رہی تھی' آپ نے فرمایا اے اسلم! میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسافر سوار ہیں جو رات اور سردی کی وجہ سے یہاں ٹھہرے، آو ہم وہاں جائیں چنانچہ ہم تیز قدم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کے ساتھ کچھ بچے

ہیں اور ایک ہانڈی آگ پر چڑھی ہوئی ہے اور اس کے بچے بلک رہے تھے۔

مسافر عورت کی خبر گیری کا ایک واقعہ......

حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھ کر فرمایا ''اے روشنی والو!''السلام علیکم'' آپؓ نے اصحاب النار کہنا پسند نہیں کیا وہ بولی'' وعلیک السلام'' آپؓ نے اجازت لے کر قریب گئے اور حال دریافت کیا تو وہ ولی کہ رات اور سردی نے ہمیں یہاں روک لیا ہے آپ نے پوچھا کہ بچے کیوں بلبلا رہے ہیں وہ بولی بھوک سے پریشان ہیں آپ نے دریافت فرمایا کہ اس ہنڈیا میں کیا چیز ہے وہ بولی پانی ہے، جس کے ذریعے مین انہیں خاموش کر رہی ہوں تا کہ وہ سو جائیں۔

پریشانی کا ازالہ......

اسلم نے کہا کہ اس پر میری طرف متوجہ ہو کر آپؓ فرمانے لگے آؤ ہم چلیں ہم نہایت تیز رفتاری کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ ہم آٹے کے گودام میں پہنچے' آپؓ نے وہاں سے آٹے کی بوری نکالی جس میں چربی کا ایک کپا بھی تھا پھر آپؓ نے فرمایا اسے میری پشت پر لاددو' اسلم نے کہا کہ میں اٹھاؤں گا۔

بوجھ اٹھانا......

آپؓ نے فرمایا نہیں، تم اسے میری پیٹھ پر لاددو، آپؓ نے دو یا تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے اور ہر موقع پر میں یہ کہتا تھا کہ میں ہی اٹھاؤں گا۔ آخر آپؓ نے فرمایا کہ کیا قیامت کے دن تم میرے گناہوں کا بوجھ بھی برداشت کرو گے؟۔

آٹے کی بوری......

اسلم کہتے ہیں میں نے وہ بوری ان کی پشت پر لاددی، اس کو لے کر آپؓ روانہ ہوئے اور میں بھی آپؓ کے ساتھ ساتھ چلا، آپؓ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ ہم اس عورت کے مقام تک پہنچے، آپؓ نے وہاں پہنچ کر وہ بوری اتاری اور اس میں کچھ آٹا نکالا، آپؓ نے اس عورت سے فرمایا ان تم پکانے کا کام مجھ پر چھوڑو میں تمہارے لیے یہ کام کرونگا۔

کھانا پکانا......

پھر آپؓ نے ہنڈیا کے نیچے آگ جلانی شروع کی اور آگ جلانے کے لیے خود سے پھونک مارنے لگے۔

بچوں کو کھلانا......

جب کھانا پک گیا اور شوربہ تیار ہو گیا تو آپؓ نے ہنڈیا کو اتارا اور فرمایا تم کوئی برتن لاؤ، وہ عورت بڑا پیالہ لے کر آئی تو آپؓ نے اس میں کھانا نکالا وہاں بیٹھے رہے یہاں تک کہ ان بچوں نے پیٹ بھر کر کھایا جو کھانا بچ گیا وہ آپؓ نے اس کے پاس چھوڑ کر کھڑے ہو گئے، میں بھی کھڑا ہو گیا، اس وقت اس عورت نے کہا ''اللہ آپ کا بھلا کرے، آپ امیر المؤمنین سے زیادہ اس کام (خلافت) کے حقدار ہیں۔ آپؓ نے فرمایا تم اچھی بات کہنا جب تم امیر المؤمنین کے پاس آؤ گی تو مجھے انشاء اللہ وہاں پاؤ گی۔ پھر آپ الگ ہو کر ایک گوشے میں چلے گئے۔

بچوں کا سو جانا......

وہاں آپؓ بالکل خاموش ہو گئے۔ میں (اسلم) آپؓ سے بات کر رہا تھا اور آپؓ بالکل جواب نہیں دے رہے تھے یہاں تک کہ میں نے بچوں کو دیکھا کہ کھیلنے اور کودنے لگ گئے ہیں، جب وہ سو گئے اور سکون چھا گیا تو آپؓ کھڑے ہو گئے اور خدا کا شکر ادا کر کے فرمانے لگے۔

مکمل اطمینان......

اے اسلم! بھوک نے انہیں بیدار کر رکھا تھا اور اسی وجہ سے وہ رو رہے تھے تو میں نے چاہا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہ لوٹوں گا جب تک کہ میں ان کی وہ حالت نہ دیکھوں جو میں نے ابھی مشاہدہ کی ہے (۲۴)۔

کسر نفسی اور لباس پر پیوند......

حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو اس حالت میں دیکھا جبکہ وہ امیر المؤمنین تھے، اپنے (کرتے کے) شانوں میں تین پیوند لگائے ہوئے تھے جن میں ایک دوسرے سے بڑا تا تھا، نیز انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن خطاب کو اس حالت میں جمرہ عقبہ کی رمی کرتے دیکھا کہ ان کے بدن پر ایک تہ بند تھی جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے حالانکہ وہ اس وقت والی تھے۔ (۲۵)

زمانہ قحط سالی میں حضرت عمرؓ کا لباس......

سائب بن یزید سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کے بدن پر زمانہ قحط سالی میں ایک تہ بند دیکھی جس میں سولہ پیوند تھے اور ان کی چادر چھ بالش تہ کی تھی وہ کہتے تھے کہ اے اللہ! امت محمد ﷺ کی ہلاکت میرے قدموں پر نہ کر (۲۶)

تاریخ شہادت اور مدتِ خلافت......

اسماعیل بن محمد بن سعد سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورضوعنہ بروز چہار شنبہ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ ہجری میں زخمی ہوئے اور بروز یک شنبہ یکم محرم الحرام ۲۴ ہجری کی صبح کو مدفون ہوئے اس طرح آپؓ کی مدتِ خلافت دس سال پانچ مہینے اور اکیس دن رہی۔ (۲۷)

حواشی وحوالہ جات

(۱۹) مفتی، جعفر حسین، نہج البلاغہ مترجم، مطبوعہ امامیہ پبلی کیشنز اسلام پورہ لاہور، ص/ ۹۵۲

(۲۰) بحرانی، ابن میثم، شرح کبیر، مطبوعہ بیروت لبنان، ج/۲، ص/ ۶۴۴

(۲۱) کاشانی، علامہ فتح اللہ، نہج البلاغہ فارسی، ص/ ۶۱۴

(۲۲) طبرسی، احمد بن ابی طالب، شیخ، الاحتجاج، مطبوعہ بیروت، ج/۲، ص/ ۴۴۸

(۲۳) طبرسی، امین الاسلام، مجمع البحرین فی تفسیر القرآن، مطبوعہ قم ایران، ج/۲، ص/ ۵۵۹

(۲۳) ابن سعد، طبقات، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ج/۲، ص/ ۹۹

(۲۴) طبری، تاریخ، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ج/۳، ص/ ۲۴۴ تا ۲۴۶

(۲۵) ابن سعد، طبقات، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ج/۳، ص/ ۱۱۰

(۲۶) ابن سعد، طبقات، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ج/۳، ص/ ۱۰۴

(۲۷) طبری، تاریخ، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ج/۳، ص/ ۲۳۴

سفر نامہ

ٹائٹل: ریڈ کراس

وادی غذر: یاسین ویلی کا ایک انوکھا سفر

(قسط اول)

تحریر: امیر جان حقانی / ای میل: ibshaqqani@gmail.com

اقسامِ سفر

محترم قارئین: سفر دو قسم کا ہوتا ہے، ایک وہ جو تفریح کی غرض سے کیا جاتا ہے اور دوسرا وہ جو کسی ضرورت اور مقصد کے تحت کیا جاتا ہے۔ ہم نے یاسین ویلی کا جو سفر کیا وہ نہ سیر و سیاحت کی غرض سے کیا اور نہ کسی نجی و ذاتی ضرورت کے تحت۔ ہمارا یہ سفر یاسین محض ایک مقدس مشن کی پکار تھی اور ایک دینی فریضہ کی تکمیل تھی اور جب کسی سفر کا محرک یہ مقدس و پاک جذبہ ہو تو مسافر اس کی صعوبتوں، مشکلات اور آزمائشوں کو خاطر میں نہیں لاتا ہے اور مشن اور فرض کی بطریق احسن آدائیگی خود اپنا صلہ بن جاتی ہے۔

وادی یاسین کی دل فریبی

وادی یاسین جانے کا انتظام مکمل تھا اور اس وادی کا میرا پہلا سفر تھا، رفیقانِ سفر کافی سارے تھے۔ کچھ مختلف الطبع اور کچھ ہم خیال۔ میرے دل و دماغ میں اس خوبصورت وادی کے بارے میں جو مناظر تھے اس سے کئی گنا یہ وادی حسین و جمیل اور دلکش و جاذب النظر لگی۔ سفر سے واپسی پر وادی یاسین اور اس کے مضافاتی گاؤں کے بارے میں میرے خیالات کچھ یوں ہیں کہ جو بھی سیاح سرزمین غذر بالخصوص وادی یاسین میں داخل ہوتا ہے تو وہ ضرور کہتا ہوگا کہ یہاں مذاق سلیم رکھنے والے کچھ لوگ ضرور گزرے ہونگے جنہیں کچھ اور ملا ہو یا نہ ملا ہو، لیکن ذوقِ جمال، رعنائی خیال، قوتِ آزادی، سلیقہ مندی، جرأت مندی ضرور ملی ہوگی۔ اس سیاح نے وادی یاسین اور اس کے مضافات میں گھومنے پھرنے کے بعد یہ نتیجہ ضرور اخذ کیا ہوگا کہ یہاں محبت، آشتی، قدرتی خوبصورتی، خودداری، احساس و جذبہ اور فن تعمیر، ذوقِ سلیم اور ہمدردی اور مہربانی کے کتنے نمونے گزرے ہونگے۔

کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہوگا

روانگی

۲۲ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو دن ۲ بجے ایک بڑا قافلہ جامعہ نصرۃ الاسلام سے وادی یاسین کی طرف پابرکاب ہوا۔ اس سفر میں کئی گاڑیاں تھی جن میں کافی سارے پیر و جواں عازم سفر تھے۔ مجھے ہدایت دی گئی کی میں قاضی نثار احمد صاحب حفظ اللہ کی گاڑی میں بیٹھ جاؤں۔ اور ہماری معیت میں میرے دوست مولانا اولیس صاحب بھی تھے جو بہت بڑے خاموش طبع انسان ہیں، بہت کم ہی کھل جاتے ہیں اور کبھی کبھی کھل بھی جاتے ہیں۔ قاضی نثار احمد صاحب درمیانی نشست میں بیٹھے اور ہم اس

کے جانبین میں۔ جب سفر شروع ہوا تو قاضی صاحب نے وظیفے پڑھنے شروع کیے اور پڑھتے گئے۔ میرے استفسار پر بتایا کی حقانی! میں جب بھی سفر پر نکلتا ہوں تو جان ہتھیلی پر لے کر نکلتا ہوں۔ کچھ وظائف جو قرآن حدیث میں مذکور ہیں ان کو پڑھتا ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ سفری دشواریوں اور مصائب و آلام سے محفوظ فرمائیں۔ ہماری گاڑیاں بسین کراس کر گئی تھی اور ہم سفری امور پر گپ شپ کر رہے تھے۔ مولانا اویس صاحب ایک شریف النفس انسان ہیں۔ جچی تلی باتیں کرتے ہیں۔ وہ ہمیں سفری امور بتا رہے تھے اور آگے کے انتظامات سے بھی آگاہ کرا رہے تھے۔ پلک جھپکنے میں ہم شکیوٹ پہنچ گئے اور وہاں مسجد کے تعمیراتی کام کا جائزہ لیا، پھر آگے چل دیے اور چند لمحوں میں گلاپور پہنچ گئے جہاں بھی قاضی صاحب نے حسب سابق گلگت پولیس کو پانچ کلو انگور خرید کر دیے اور آگے کے سیکورٹی کے انتظامات غذر پولیس نے سنبھال لیے۔

دار العلوم غذر میں

گاڑیاں فراٹے بھرتی ہوئی ضلع غذر کے کیپیٹل ایریا گاہکوچ میں واقع دار العلوم غذر میں جا پہنچی اور سب سے پہلے نماز عصر ادا کی گئی۔ دار العلوم غذر کا مؤسس و بانی مبانی مولانا مفتی شیر زمان صاحب ہیں۔ مفتی شیر زمان صاحب ایک نیک دل اور فطرتِ سلیم رکھنے والے انسان ہیں، ضلع غذر یہاں شرک و بدعات اور اسلام بیزاری عروج پر ہے اور دین دار طبقوں کو رجعت پسند سمجھا جاتا ہے اور کم سے کم میرا مشاہدہ یہ ہے کہ دینی امور ضلع غذر میں انتہائی ہوشیاری اور مکمل سوچ بچار سے انجام دینے چاہیے، ہلکی سی غلطی بھی بڑے نقصان کا سبب بن سکتی ہے، یاد رہے کہ کبھی ایک نقطہ ''محرم'' کو ''مجرم'' بنا دیتا ہے ایک ہلکی سی لغزش پوری قوم کے سفینے کو غرق کر دینے کے لیے کافی ہوتی ہے، ہمارے کچھ نادان دوست اوٹ پٹانگ حرکتیں کر کے اخلاص وللّٰہیت اور حکمت و بصیرت سے کام کرنے والوں کے لیے دشواریاں پیدا کر رہے ہیں جو کسی بھی طرح مناسب نہیں۔ اہلسنت اقلیت کے باوجود اکثریت کا روپ دھاری ہوئی ہے۔ اہل سنت اور اسماعیلی برادری میں بڑی اچھی انڈراسٹینڈنگ ہے۔ کوئی بھی معاملہ درپیش ہو، بڑی سی بڑی چپقلش پیدا ہو جائے تو فریقین کے نامور اور ذمہ دار اشخاص گفت و شنید اور مذاکرات کے ذریعے نمٹاتے ہیں، یہی اسلامی تعلیمات بھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری مکی و مدنی زندگی ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ بہر صورت باسیانِ غذر محبت اور رواداری کی زبان زیادہ سمجھتے ہیں بہ نسبت تشدد اور کرختگی اور سخت لہجے کے، اور یہی انداز اپنانا آج بہت مشکل ہو چکا ہے۔ تاہم مجھے اس سفر میں اندازہ ہوا کہ ضلع غذر کے علماء محبت اور رواداری کا انداز اپنائے ہوئے ہیں۔ کم سے کم مفتی شیر زمان صاحب حفظہ اللہ اور اس کے رفقاء اس کی واضح مثال ہیں۔

بد قسمتی سے ہمارے ہاں دینی مدارس و جامعات کو شئی متروکہ سمجھا جاتا ہے اور دینی مدارس و جامعات کے خلاف پروپیگنڈے کیے جاتے ہیں۔ مغربی ممالک مین دینی مدارس کا جو امیج پیش کیا جاتا ہے وہ عموماً حقائق سے کوسوں دور ہوتا ہے اور وہ اسلام دشمنی میں کر رہے ہیں اور مکمل پلاننگ کے ساتھ کر رہے ہیں۔ مغربی میڈیا اور ان کے اسکالرز اور ان کے تھینک ٹینک خوب جانتے ہیں کہ یہ مدارس اسلام کے مضبوط قلعے ہیں جہاں سے دین کی ہر فیکٹری کو مال مہیا کیا جاتا ہے۔ اہل جہاد کی صدائیں بلند کرنے والے ہوں یا دعوت و تبلیغ کا علم بلند کرنے والے ہوں یا لاکھوں مساجد و مکاتیب میں اللہ اکبر اور مسلمانوں کو خدا سے جوڑنے والے یہی مدارس کے تربیت یافتہ ہیں۔ مغرب اسلام دشمنی میں اپنا کام کر رہا ہے مگر افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ ہمارے اربابِ اقتدار اور اصحابِ قلم بھی ان کی لے میں لے ملا کر ان مدارس کو بدنام کرنے کوششوں میں لگے ہوئے ہیں اور ان کو ملیامیٹ کرنے کے مذموم جال بنتے ہیں اور ان کی عمارتوں کو قبضہ کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ ان

بیچاروں کو کیا معلوم ہے کہ مدرسہ کس چیز کا نام ہے۔ مجھے مفتی محمود علیہ الرحمہ کے الفاظ یاد آرہے ہیں انہوں نے کہا تھا کہ: ''مدرسہ عمارت کا نام نہیں بلکہ مدرسہ استاد شاگرد اور کتاب کے تعلق کا نام ہے۔ اگر حکومت نے مٹی اور گارے سے بنی عمارتوں کو قبضہ کرلیا تو ہم درختوں کے سائے میں چٹائیاں بچھا کر تشنگانِ علوم اسلامیہ کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں گے۔'' حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت! اگر اربابِ اقتدار علماء کرام سے مدارس چھین لئے تو آپ لوگ کیا کریں گے؟ تو حضرتؒ نے برجستہ بہت ہی خوبصورت جواب دیا کہ ''میں کسی دیہات میں ویران اور بند مسجد کو کھلوا کر جھاڑو لگاؤں گا۔ اذان اور باجماعت نماز کا اہتمام کرونگا اور اہل محلّہ سے درخواست کروں گا اپنے بچوں کو پڑھنے کے لئے بھیجیں'' یہ ہے مدرسہ کی حقیقت لہٰذا اہل اقتدار اور مدرسہ بیزار لوگوں کو اس قسم کی بھونڈی کوششوں سے گریز کرنا چاہیے۔

ہم دارالعلوم غذر میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مدرسہ کے تمام اساتذہ اور طلبہ ہمارا انتظار میں کھڑے تھے۔ گاڑیوں سے اترے، یخ پانی سے وضو کیا، نماز عصر ادا کی اور قاضی نثار صاحب نے طلبہ سے مختصر خطاب کیا اور اس کے بعد چائے کا دور چلا۔ مہمان اور میزبان مل کر چائے کی چسکیاں لے رہے تھے اور میں مدرسے کے لان میں کھڑا مدرسے کا جائزہ لے رہا تھا۔ مدرسے کے تعمیراتی کام اور تزئین و آرائش اور صفائی دل و دماغ کو معطر کر رہے تھے۔ میں خیالات کی دنیا میں چلا گیا۔ مدارس اسلامیہ کا جاندار ماضی یاد آنے لگا۔ اچانک کسی نے آواز دی کہ حقانی میاں! چائے ٹھنڈی ہورہی ہے پہلے چائے نوش کرلو بعد میں مدرسہ کا جائزہ لو۔ میں مہمانوں کے درمیان بیٹھ گیا ایک کپ چائے پی لی۔ اس وقت چائے کی بڑی طلب تھی مگر سچی بات یہ ہے کہ چائے معیاری نہیں تھی۔ ویسے بھی میرا چائے کا نشہ ہے، نشہ اور طلب ساتھ ہوں اور چائے بھی کمزور ہو تو طبعیت مضمحل ہو جاتی ہے، چائے نوشی کے بعد قاضی نثار احمد مفتی شیر زمان کے ساتھ مدرسے کے مختلف امور اور تعمیراتی کاموں اور مختلف شعبوں کا تفصیلی جائزہ لے رہے تھے اور دوسرے احباب ٹولیاں بنا کر ادھر اُدھر جھانک رہے تھے۔ میں بھی مدرسے کے حوالے سے کچھ چیزیں نوٹ کرنے بیٹھ گیا۔ دارالعلوم غذر میں حفظ و ناظرہ کے ساتھ درس نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس دارالعلوم میں لڑکیوں کا بھی بہترین نظام ہے جہاں درجہ حفظ و ناظرہ سے لیکر دورہ حدیث تک کی مکمل تعلیم گزشتہ کئی سالوں سے نہایت خوبصورتی کے ساتھ دی جاتی ہے۔ مولوی عبدالرزاق استاد دارالعلوم غذر بتارہے تھے کہ اس سال (۲۰۱۲ء) ۲۳۰ طالبات اور ۱۵۰ طلبہ تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ ان میں اکثر اقامتی طلبہ و طالبات ہیں جن کے طعام و قیام اور دیگر ضروریات مدرسہ پوری کرتا ہے اور ۱۲۲ اساتذہ ہیں جو تعلیم و تربیت پر مامور ہیں۔ اسی دوران ایک طرف سے قاضی نثار اور مفتی شیر زمان وارد ہوئے، مفتی صاحب میرا ہاتھ تھام کر کہ رہے تھے ''کہ بھائی آپ تو کبھی کبھار آیا کریں نا، ویسے بھی تم قلم کار لوگ سیر و سیاحت کے شوقین ہوتے ہو''۔ میں نے عرض کیا کہ مفتی صاحب! ضرور آئیں گے، بڑے شوق سے آئیں گے۔ بہر صورت اپنے میزبانوں سے رخصت ہو کر ہمارا قافلہ چل نکلا۔ مفتی شیر زمان بتارہے تھے کہ کل ہم بھی پروگرام کے لئے آئیں گے۔

معالم کی تباہ حالی

معالم گاہکوچ سے تھوڑا آگے ایک گاؤں ہے جہاں سے ہم گزر رہے تھے، مغرب کا وقت تھا۔ میں نے غور سے دیکھا تو مجھے حیرت ہوئی کہ یہاں سیلاب نے اتنی تباہی مچائی ہے۔ بہت زیادہ زرعی زمینیں متاثر ہوئی ہیں اور اب تک ریکنسٹرکشن کا کام شروع نہیں کیا جاسکا۔ یہاں سخت سردی محسوس ہورہی تھی۔ پت جھڑ کا موسم عروج پر تھا۔

گوپس میں ہمارے قافلے کا استقبال

یاسین، گوپس اور دیگر مضافات کے علماء و طلباء اور عوام کا ایک جم غفیر گوپس میں جمع ہوا تھا جو اپنے معزز

مہمانوں کے انتظار میں تھے۔ یوں ہی قافلہ گوپس میں پہنچا تو ہزاروں لوگ جمع تھے۔ انہوں نے نعرے بازی شروع کی۔ میں مبہوت یہ والہانہ انداز محبت کو دیکھ رہا تھا اور دیکھتا جاتا تھا۔ قاضی نثار احمد صاحب گاڑی سے اترے اور تمام علماء سے فرداً فرداً معانقہ کیا، نوجوان اور بوڑھے بھی اپنے امیر سے ملنے کے لئے مسابقہ کر رہے تھے۔ یہاں قاضی صاحب نے اپنے معزز میزبانوں سے کہا کہ تفصیلی بات آگے چل کر ہوگی۔ اب مغرب کا وقت قریب ہے ہمیں سفر جاری رکھنا چاہیے تاکہ بروقت ہم منزل تک پہنچ پائے۔ یوں ایک دفعہ پھر ہم مائل بہ سفر ہوئے۔ نوجوانوں نے سینکڑوں موٹر سائیکلوں کی ایک لائن بنائی اور چلنا شروع کیا۔ ہم درمیان میں تھے اور آخر میں گوپس اور یاسین والوں کی گاڑیاں تھی۔ مجھے ان کا نظم وضبط دیکھ کر جماعت اسلامی کے جلسے اور احتجاجی مظاہرے یاد آنے لگے۔ جماعت اسلامی کے پاس افرادی قوت بہت کم ہے مگر ان کا نظم وضبط بالخصوص مظاہروں، ہڑتالوں اور کانفرنسوں میں جو ترتیب و تنظیم دیکھنے میں آتی ہے وہ بے حد بھلی لگتی ہے۔ بعض دفعہ تو وہ سینکڑوں کے مجموعے کو لاکھوں کا مجموعہ بنا دیتے ہیں۔ یہاں بھی ایسا لگ رہا تھا کہ بس گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کا ایک دریا ہے جو پورے گلگت بلتستان سے اُمڈ آیا ہے۔

گوپس سے ایک راستہ پھنڈر کو نکلتا ہے جو آگے جا کر چترال سے ملتا ہے اور ایک راستہ یاسین کا ہے۔ گوپس اور یاسین کو ملانے کے لئے ایک پل بنائی گئی ہے جو نہایت خوبصورت ہے۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ یہ چین نے بنوائی ہے۔ فن تعمیر میں اہل چین کو ید طولی حاصل ہے۔ انہوں یہاں جو بھی کام کیا ہے وہ پائیدار اور مضبوط ہے۔ کاش ہمارے انجنیئر بھی ان کی طرح سوچتے، کرپشن سے بعض آتے۔ ملک وملت کی ترقی کا سوچتے اور تعمیراتی کاموں میں خرد برد سے گریز کرتے یا کم سے کم حکومت ایسے ٹھیکیداروں اور انجینیروں کو کیفر کردار تک پہنچاتی جو کھربوں کے بڑے بڑے پراجیکٹس کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ وہ کیونکر ایسا کریں کیونکہ کمیشن میں وہ بچارے بھی تو حصہ دار ہوتے ہیں۔ سچ پوچھا جائے تو اس ملک کی تباہی و بربادی میں کرپٹ حکمرانوں کے ساتھ چور ٹھیکیدار اور ان کے ناقص کاموں کی منظوری دینے والے تمام انجینئرز بھی شامل ہیں۔۔

ہمیں گوپس سے یاسین تک پہنچنے میں کافی وقت لگا کیونکہ موٹر سائیکل والے خرامے خرامے چل رہے تھے اور وہ بھی لائن لگا کر۔ ایک دوسروں سے مسابقت کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔ مزے کی بات یہ کہ رات کے اس وقت میں بھی لوگ روڈ کے کناروں میں استقبال کے لئے کھڑے تھے اور ہاتھ ہلا ہلا کر اظہار محبت کرتے تھے۔

پھولوں اور پھلوں کے گھر میں اقامت

گاڑیوں کا قافلہ سیدھا مولانا ارشاد صاحب کے گھر میں جا پہنچا۔ مولانا ارشاد مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں اور خوش اخلاق انسان ہیں، روانی سے عربی بولتے ہیں۔ وہاں اہل یاسین والے بڑی تعداد میں جمع تھے۔ وہ تمام مہمانوں سے انتہائی خوش دلی سے ملے۔ بہترین تواضع کیا۔ اگلے دن کے مختلف امور کے بارے میں صلاح مشورے ہونے لگے۔ میں دن بھر کے احوال کو نوٹ کرنے بیٹھ گیا۔ یاران قافلہ بھی سرگوشیوں میں مصروف تھے۔ رات کو جب ہم یاسین پہنچے تو کچھ سرکاری فرشتے بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ مجھے کچھ دوستوں نے باخبر کیا تھا کہ ان ”سرکاری فرشتوں“ سے ہوشیار ومحتاط رہوں۔ رات عافیت سے گزر گئی اور سویرے جاگ گئے، فجر کی نماز باجماعت پڑھی اور علماء، طلباء اور عمائدین یاسین کی ایک مجلس جم گئی اور روزمرہ کے مختلف احوال پر زور وشور سے مکالمہ شروع ہوا۔ میں کھسک کر یارانِ محفل سے باہر نکل گیا۔ مولانا ارشاد صاحب کا بڑا خوبصورت گھر تھا، مہمان خانہ الگ اور اندرون خانہ الگ۔ مہمان خانے کے ساتھ ایک بڑا صحن تھا جہاں

ہر قسم کے درخت تھے اور سیب کے درخت کثرت سے تھے، کئی اقسام کے سیپ تھے جن سے ایک ایک توڑ کر ذائقہ چکھ لیا۔ قدرت خداوندی بھی عجیب ہے کہ ہر سیپ کا ذائقہ دوسرے سے مختلف تھا۔ درختوں سے پتے چھم چھم گر رہے تھے، پت جھڑ کے موسم میں بادِ صبا نے ذوق لطیف پیدا کیا تھا۔ یاسین میں سردی کی شروعات تھی اور میں سویرے سویرے بادخزاں کے تھپیڑوں کا سامنا کر رہا تھا۔ اکتوبر کے آواخر کے ایام تھے۔ دائیں بائیں نظریں دوڑائیں تو یاسین کے کالے پہاڑ اپنی آن و شان کے ساتھ کھڑے تھے، ان پر برف کی سفید تہہ ہلکی سی جمی تھی، موسم بڑا خنک تھا' میں خیالوں وخوابوں کی دنیا میں کھو گیا۔ دل دھک سے رہ گیا، دل و دماغ کے خوابیدہ خوف جاگنے لگے، کیفیت عجیب تھی، ایک لحظہ خوف اور ایک لحظہ خوشی وطمانیت' دائیں بائیں دیکھتا تو امنگوں کے مرغزار اور آرزوؤں کے اور خواہشوں کی کونپلیں پھوٹتیں، یہ ننھے ننھے درخت اور پر خوبصورت پھول اور ان کے ساتھ کانٹے اور کونپلیں، اور یہ ہری بھری کیاریاں، سچی بات یہ ہے کہ دل میں کسی بے نام وگمنام گزند کا خیال وخواب سانپ کے پھن کی طرح لہرانے لگا۔ ارشاد صاحب کے صحن نما باغ کے ایک طرف پانی نظر آیا، شفاف پانی' وادی یاسین کی ندی نالوں میں شفاف پانی بہتا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ شفاف پانی اپنی پاکیزگی، شریں وعذبیت اور رنگت میں چاندنی کی طرح چمک رہا تھا اور آسمان کو بھی شرماتا جاتا تھا۔ کبھی سورج کی کرنیں درختوں پر پڑھ رہی تھیں اور ایک خوبصورت سماں بندھا جا رہا تھا۔ یکا یک سامنے چیری کے درخت پر دو کبوتر نظر آئے اور پھدک پھدک کر ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگیں۔ ان دونوں کے دل دھڑکے، اضطراب وخوف کا حسین منظر، میں خاموشی سے دیکھ رہا تھا اور اس خاموشی میں ایک بہترین قسم کا ترنم تھا۔ ایک پھولوں کے اس گھر میں جابجا پھول آگائے گئے تھے۔ پت جھڑ کے موسم میں وہ مرجھائے ہوئے تھے' ایسا لگ رہا تھا کہ کافی عرصے سے ان کو پانی نہیں دیا گیا ہے حالانکہ زمین شبنم سے تر تھی، گھاس میں بھی زردی غالب تھی۔ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اپنے خیال میں یاسین کی معاشرتی وتمدنی ترقی وتغیر کا نقشہ کھینچ رہا تھا اتنے میں کہی دور سے مولانا منیر اور قاضی صاحب آتے دکھائی دیے۔ جب ان کے پاس پہنچا تو وہ بتا رہے تھے کہ نسیم صبح سے دلدوز ہونے کے لئے نکلے ہیں، مولانا منیر صاحب لان میں ٹہلتے ہوئے ضلع غذر کی تعریفوں میں قلابازیاں لگا رہے تھے اور پت جھڑ کے موسم کی خصوصیات وافادیت پر لیکچر دے رہے تھے اور ضلع غذر کے لوگوں کی خوش اخلاقی اور تزئین اور آرائش کی تعریفیں کرتے نہ تھکتے اور میں ان کے لیکچر سے اکتا کر موضوع بدلنا چاہتا مگر وہ کہاں جان چھوڑنے والے تھے۔ مولانا صاحب باتیں بڑے وجد میں آ کر کرتے ہیں، انداز ہی کچھ نرالا ہے۔ منیر صاحب کے لیکچر سے میں نے یہ محسوس کیا کہ سرزمین غذر کے پھول، آسمانوں کے تارے اور چاند' ہواؤں کے بادل اور باسیان غذر کلیوں کی طرح کھلتے ہیں اور پریمی گیتوں کی طرح بلند ہوتے ہیں اور ہر جگہ پھیل جاتے ہیں۔ اور یہ حسین مناظر اور پاکیزہ جذبات محبت ومودت اور مسکراہٹ کے منتظر ہوتے ہیں۔ سو ہے کوئی ان نرم ہواؤں اور سرخ رخساروں میں لطیف جھونکے اور مقدس لمس ڈھونڈے؟۔

یاسین پر ایک طائرانہ نظر

یاسین بے حد خوبصورت وادی ہے، یاسین کے لوگ ملنسار ہیں' ہوشیار ہیں اور حسین وجمیل بھی ہیں۔ وادی یاسین سیر و سیاحت کی غرض سے کوئی بھی پاکیزہ ذوق اور شگفتہ مزاج رکھنا والا انسان دیار غیر سے یہاں قدم رکھتا ہے تو وہ وادی یاسین کے بارے میں یہ ضرور خیال کرتا ہوگا'' کہ وادیِ یاسین میں مذاق سلیم رکھنے والے کچھ لوگ ضرور گزرے ہونگے جنہیں کچھ اور ملا یا نہ ملا ہو، لیکن ذوق جمال، رعنائی خیال، قوت آزادی، سلیقہ مندی، جرأت مندی ملی ہوگی۔ اس سیاح نے وادی یاسین

اوراس کے مضافات میں گھومنے پھرنے کے بعد یہ نتیجہ ضرور اخذ کیا ہوگا کہ یہاں محبت، آشتی، قدرتی خوبصورتی، خوداری، احساس وجذبہ اورفن تعمیر، ذوق سلیم اور ہمدردی اورمہربانی کے کتنے نمونے گزرے ہونگے''۔

کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہوگا

میں بھی انہی جذبات سے معمورلوٹا اوراپنے جذبات وخیالات کونوک قلم کے ذریعے آپ سے شیئر کرنے کی کوشش کر رہاہوں، مجھے نہیں معلوم کہ میں اس میں کامیاب ہوبھی رہاہوں کہ نہیں مگر کیا کروں مجبور ہوں، لہذ آپ ایک دیارغیر سے وارد ہونے والے نوآموز قلم کار کے تاثرات پڑھتے جائیں اورمحظوظ ہوتے جائیں۔

ناشتہ کے بعد شیڈول کے مطابق مہمانوں سمیت میز بانوں کا ایک بڑا قافلہ ہندور روانہ ہوا۔ ہندور جانے کا شوق بہت پہلے سے دل میں انگڑائی لے چکا تھااور آج خوش قسمتی سے یہ شوق بھی پورہورہا تھا۔ راستے میں قاضی نثار صاحب بتارہے تھے کہ '' ۱۹۹۹ء کو ہم مولانا یوسف لدھیانویؒ کی معیت میں یہاں آئے تھے یہاں ہم نے اقراء روضۃ الاطفال کے سکول کا افتتاح کیا اور یہاں حضرت والا کا بیان بھی ہوا، علاقے میں کافی گھومے پھرے''۔ یاسین میں اقراء روضۃ الاطفال کا بہترین سکول ہے جہاں دینی وعصری دونوں تعلیم اعلی معیار پردی جاتی ہے، قراقرم بورڈ اور فیڈرل بورڈ میں بھی اقراء اسکول کے طلبہ و طالبات کو پوزیشنیں آتیں رہتیں ہیں۔ ۲۰۱۱ء میں قراقرم بورڈ میں میٹرک کی تینوں پوزیشنیں اقراء روضۃ الاطفال یاسین برانچ کی تھی۔ بورڈ میں پوزیشن لینے والی طالبات کا تعلق بھی یاسین اوراسکے مضافات سے تھا۔ یاسین میں اقراء اسکول نے سینکڑوں حفاظ پیدا کئے۔ علماء اوردین دار طبقوں پر تبرا کرنے والوں کی آنکھیں کھل جانی چاہیے کہ ان کے زیرانتظام واہتمام چلنے والے سکول ومدارس کے طلبہ وطالبات سرکاری وعصری اداروں تعلیم حاصل کرنے والوں پر سبقت لے جاتے ہیں۔

راستے میں یاسین اوراس کے ملحقہ گاؤں کا جائزہ لیتارہا۔ سپیدہ کے درختوں کا بہتات تھا۔ یاسین ضلع غذر کے دیگر علاقوں سے بہت زیادہ وسیع اور پھیلا ہوا ہے، یاسین کے مشہور گاؤں طاؤس، سندھی، سلطان آباد ہیں۔ ضلع غذر کا سب سے بڑا گاؤں شیر قلعہ ہے اور دوسرا بڑا گاؤں سندھی ہے۔ یاسین میں بھی دریا کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہے، یاسین کا آخری گاؤں درگت ہے اس کے بعد پامیر کا علاقہ شروع ہوجاتا ہے۔ پامیر کو ایک راستہ ہنزہ سے جاتا ہے اور ایک یاسین سے، پامیر کا سن کر مجھے اپنے دوست نور محمد گوجالی یاد آگئے جو آن لائن میگزین پامیر ٹائم کا چیف ایڈیٹر ہیں۔ پامیر ٹائم میں میرے مضامین گزشتہ کئی عرصے سے مسلسل شائع ہورہے ہیں اوراہل ذوق کا اچھا فیڈ بیک بھی موصول ہوتا ہے۔ قاضی صاحب ہندور جاتے ہوئے راستے میں آنے والی بستیوں کے نام اور خصوصیات بھی بتاتے جارہے تھے۔ قاضی صاحب مرحوم گوہر آمان کے بڑے شیدائی ہیں ان کو موحد اور مجاہد کہتے ہیں۔ یاسین میں نوجوان مغربی لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں جب کہ بوڑھے دیسی اور علاقائی لباس کے ساتھ علاقائی ثقافت اور تہذیب کو زندہ کئے ہوئے تھے، ایسا لگ رہا تھا کہ یاسین کا اپنا کلچر، تہذیب وتمدن اور روایات سمندر کے کنارے کھڑی ہیں اور سمندر بُرد ہونے کو ہیں، اسکے مقابلے میں مغربی لباس وخیال نے نوجوانوں کو بری طرح آدبوچا ہے۔ بس نگلنے کو ہے۔ دل سے دعا ہے کہ خدا مسلمانوں کو بالخصوص نوجوانوں کو مغربی خرافات اوران کے ٹشو ایبل کلچر سے محفوظ ومامون رکھے۔ (جاری ہے............)

سوانح عمری (قسط چہارم)

خطیب گلگت
قاضی عبد الرزاق گلگتیؒ

(فاضل دار العلوم دیو بند) (1906ء تا 1986ء)

تصنیف و تحقیق: امیر جان حقانی

الحمد اللہ! پوری دنیا کی طرح گلگت بلتسان میں بھی فاضلین دار العلوم دیو بند کی ایک معقول تعداد نے دینی خدمات انجام دیں ہیں۔ جنگ آزادی گلگت بلتستان میں بھی ان اکابر علماء اوران کے تلامذہ کی لازوال خدمات ہیں۔ ان اکابر علماء کی خدمات پر مشتمل ایک تحقیقی کتاب ''مشاہیر علماء گلگت بلتستان'' کے نام سے معروف کالم نگار امیر جان حقانی نے مرتب کی ہے جو ''ادارہ نصرۃ الاسلام'' کی طرف سے قسط وار شائع کی جارہی ہے۔ گلگت بلتستان کے فاضلین دار العلوم دیو بند میں صرف مولانا حبیب اللہ صاحب حفظ اللہ حیات ہیں۔ باقی تمام حضرات راہی دار البقاء ہوئے ہیں۔ قارئین اس تحقیقی کتاب کے متعلق اپنے خیالات/تجاویز اور مفید مشورے ہمارے ساتھ اس نمبر/ای میل:

ibshaqqani@gmail.com/ 03462974626

یا ادارے کی ایڈریس پر تحریری طور پر شیئر کر سکتے ہیں۔ (ادارہ)

گزشتہ سے پیوستہ

گلگت بلتستان میں حضرت مدنیؒ کا فیضان علم و عمل

یوں تو حضرت مدنیؒ کے شاگردوں میں بڑے بڑے جبال العلم اور جامع الکمالات تھے' اور ہیں۔ وہ دین کے ستون قرار پائے ہیں اور ان سے دین وعلم کے چشمے بھی جاری ہوئے۔ اور ان کے یہ کمالات انسانی دنیا پر عیاں ہیں۔ حضرت مدنیؒ کا جو فیض ان کے شاگردوں کی صورت میں گلگت بلتستان میں پہنچا وہ پردہ خفاء میں ہے۔ اور ابھی تک اس دبیز پردے کو اٹھانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ گلگت بلتستان میں حضرت مدنیؒ کے تلامذہ کی تعداد سترہ (۱۷) کے لگ بھگ ہے۔ یہ تمام وہ شاگرد ہیں جنہوں نے حضرت مدنیؒ سے مکمل صحیح بخاری پڑھنے کی سعادت حاصل کیا ہے۔ گلگت بلتستان میں حضرت مدنیؒ کے تلامذہ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز کرگئی ہے۔

حضرت مدنیؒ کے شاگردوں نے گلگت بلتستان میں جو دینی، مذہبی، جہادی، اصلاحی، رفاہی، علمی اور سیاسی خدمات سرانجام دیں ہیں وہ بے شمار اور بے مثال ہیں۔ لاریب شرک و بدعت کا خاتمہ' سنت نبوی ﷺ کا رواج' تحریکی و جہادی خدمات' ختم نبوت' دفاع صحابہؓ' اور بالخصوص اہل سنت والجماعت کا صحیح اور درست تعارف انہی جلیل القدر والمرتبت حضرات کی وجہ سے ہوا ہے۔

حضرت مدنیؒ کے یہ تمام تلامذہ قابل صد رشک علماء بھی ہیں اور کلام الٰہی کے بے مثل قراء بھی۔ ان میں باطل کے سامنے سینہ سپر ہونے والے نڈر مجاہدین بھی ہیں اور دل کی دنیا بدلنے والے مبلغین و مصلحین بھی، اور عجز و انکساری کے حامل قابل رشک اولیا بھی تھے۔ حضرت مدنیؒ کے یہ شاگرد اور دار العلوم دیو بند کے فیض یافتہ محض صاحب قال نہیں بلکہ صاحب

حال بھی تھے، ان کے دن اگر دین کی دعوت وتبلیغ، اصلاح معاشرہ اور دیگر دینی مصروفیات سے آباد تھے تو ان کی راتیں رب ذوالجلال کی عبادت وریاضت سے منور تھیں اور ان کی جبینیں ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتی تھیں۔

فاضلین دیوبند کا طرہ امتیاز محض عبادات ونوافل کی کثرت ہی نہ تھی بلکہ ان کی زندگیاں تقویٰ وورع، للّٰہیت وایثار کا ایسا چلتا پھرتا نمونہ تھیں کہ فی زمانہ ان کی مثال ڈھونڈنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ معاملات میں احتیاط کا پہلو، مشتبہ اور مکروہ چیزوں سے اجتناب اور لحظہ لحظہ اور قدم قدم پر شریعت مصطفوی ؐ کی پابندی و پاسداری جیسے پاکیزہ اوصاف ونقوش سے ان کی زندگی تعبیر تھی۔ غرض ان میں ہر ایک اپنی ذات میں ایک مکمل انجمن کی حیثیت رکھتا تھا اور ہم جیسے تہی دست ودامن اور علمی وعملی سیراب گاہوں سے نا آشنا لوگوں کے لیے ایک نمونہ اور مثال تھا اور حق یہ ہے کہ ان میں سے جو بھی تھا اپنے میدان عمل میں بے تاج بادشاہ تھا۔ جب گلگت بلتستان میں کفر والحاد کا طوفان تھا، شرک بر جمان تھا۔ بدعات، رسومات اور رواجات میں لت پت مبتلا حضرت انسان تھا۔ خرافات، ہزلیات، ہفوات، اغلوطات اور سوء خواہشات کا شکار بیچارہ مسلمان تھا۔ اسلام برائے نام تھا اور مذہب بدنام تھا، ہر غلط کام تھا عقیدہ خام تھا۔ جہالت کا اندھیرا تھا اور ظلم وستم کا بسیرا تھا۔ گمراہی کا ڈیرہ تھا۔ ظالم ڈوگرہ کی حکمرانی تھی اور حکومت شیطانی وابلیسی تھی، ہر طرف حیرانی و پریشانی تھی ہر سو ویرانی وتباہی تھی۔ الکفر ملۃ واحدۃ کا سماں تھا، بس کیا تھا نقشہ ہی الحفیظ والاماں تھا۔ بڑے بڑے جاگیردار، سرمایہ دار، زمیندار، ٹھیکیدار، نمبردار اور راجے حکومت کے وفادار تھے، گلگت بلتستان کے غدار تھے اور مذہب ودین سے بیزار تھے، اعلیٰ عہدوں کے طلب گار تھے ان میں اکثر عیار، مکار، بیکار، اور حکومتی مناصب کے نشے میں سرشار تھے اور غریب اور مخلص مسلمان ذلیل وخوار تھے۔ ان میں نہ تنظیم تھی نہ تحریک تھی اور نہ ہی اسلامی ودینی جذبہ وتعلیم تھی۔ پھر کیا تھا کہ رب الارباب، کائنات کے خالق و مالک، مسبب الاسباب کی شان جلالی وجد میں آئی اور گلگت بلتستان میں دارالعلوم دیوبند، حضرت نانوتویؒ، شیخ الہندؒ اور شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ کا فیض شروع ہوا اور حضرت مدنی کے مایہ ناز تلامذہ ہر میدان میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اصلاحی، تبلیغی، دینی اور جہادی کارنامے انجام دیے جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے۔

حضرت مدنیؒ کے تلامذہ کا یہ گروہ برسر پیکار رہا کیونکہ گلگت بلتستان میں میدان کارزار تھا، سب سے بڑا دشمن انگریز کے گماشتے اور ڈوگرہ راج تھا پھر بھی مقابلہ مقاتلہ کا معاملہ کیا گیا۔ مسلمانوں کی دینی تنزلی دیکھ کر یہ غیور خود بھی جاگے اور دوسروں کو بھی جگایا بالآخر ڈوگرہ گلگت بلتستان سے بھاگ اُٹھے۔ دارالعلوم دیوبند کے ان نامور سپوتوں میں خطیب گلگت حضرت مولانا قاضی عبدالرزاق نوراللہ مرقدہ کے ذریعے گلگت بلتستان بشمول کوہستان میں جو بے مثال کام ہوا، اس کی نظیر نہیں ملتی۔ انہوں نے ہر میدان میں عظمت کے جھنڈے گاڑے اور دیوبند ومدنیؒ کا فیض بلا تعصب قوم ونسل پورے گلگت بلتستان کو آخری دم تک پہنچاتے رہے۔

روئیں گے یاد کر کے اہل نظر کارنامے ہم ایسے بھی کر جائیں گے

دارالعلوم دیوبند میں دیگر مصروفیات

دارالعلوم دیوبند میں تعلیم وتربیت کے علاوہ خارجی امور میں بھی آپ کی دلچسپی قابل دید ہوتی تھی، زباں وبیاں میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا اس لیے طلبہ ساتھیوں میں ہمیشہ نمایاں رہتے۔ دارالعلوم میں علمی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ جسمانی ٹریننگ بھی دی جاتی تھی، لاٹھی (بنوٹ) وغیرہ خاص اہتمام سے سکھائی جاتی تھی، قاضی صاحب بھی اس میں شریک ہوتے تھے اور اس میں بڑی مہارت حاصل کی تھی۔ اسلحہ وغیرہ کا استعمال تو آپ پہلے سے ہی جانتے تھے تاہم یہ ہنر بھی آپ نے سیکھ لیا تھا۔ (جاری۔۔۔۔۔)

کالم کارنر

ابوانعام الرحمٰن صدیقی

معاشرہ سنوارنے کا
ایک رہنما اصول......جذبہ ایثار و ہمدردی!

hamdamgilgi@gmail.com

ماہر علوم وفنون نے انسانیت کا تعارف مختلف انداز والفاظ میں کیا ہے لیکن انسان کی حقیقی اور سچی تعریف قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے واضح ہوتی ہے جس کا ترجمہ ہے کہ ”وہ خود کتنے ہی حاجت مند کیوں نہ ہوں دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں“ اس آیت مبارکہ میں جہاں ایک سچے مسلمان اور کامل انسان کی پہچان بیان کی گئی ہے وہاں پر اس صفت کو بھی بیان کیا گیا ہے جس کے بغیر انسان انسان ہی نہیں کہلاسکتا ہے اور وہ صفت ہے جذبہ ایثار و ہمدردی۔ انسان کی اصل تعریف اور کامل مومن کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ جذبہ ایثار و ہمدردی سے سرشار ہو۔ وہ کسی کو تکلیف میں مبتلا دیکھے تو اپنی تکلیف اور پریشانی کو بھول جائے۔ اور اس وقت اسکی سب سے بڑی خواہش یہ ہو کہ میں اپنی جان پر کھیل کر بھی مصیبت زدہ شخص کی ہر ممکن مدد کروں۔ یہی جذبہ رحم وترحم ہے جو ہمدردی کہلاتا ہے جب جذبہ ہمدردی اس حد تک بڑھ جائے کہ انسان خود پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے ذاتی، سیاسی، خاندانی، علاقائی اور لسانی اختلافات، مفادات، معاملات، خواہشات و ضروریات کو بھول کر دوسرے ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرے تو یہ جذبہ ایثار کہلاتا ہے۔ جب جذبہ ایثار و ہمدردی ایک انسان میں جمع ہوں تو وہ نامکمل انسان سے ایک کامل انسان بن جاتا ہے۔

جو شخص ان صفات وجذبات سے خالی ہو وہ انسانیت کی صف میں کھڑا ہونے کے قابل نہیں اور جب انسان ان صفات سے مالا مال ہو تو وہ اپنی ضروریات پر دوسروں کو فوقیت دیتا ہے۔ وہ خود کتنا ہی ضرورت مند کیوں نہ ہو اپنی ضروریات کو دوسروں پر قربان کر دیتا ہے۔۔۔ اور اس پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ خود تو کئی روز سے بھوکھا ہے لیکن اس سے کسی اور کی بھوک برداشت نہیں ہوتی۔ خود تو پیاسا ہے لیکن دوسروں کی پیاس بجھانے کیلیئے بے تاب نظر آتا ہے خود تو پرانے کپڑے زیب تن کئے ہوئے ہے۔ لیکن دوسروں کو اچھے اور عمدہ لباس میں دیکھنا چاہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلیئے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر دوسروں کی جان بچانا چاہتا ہے۔ جی ہاں ان صفات کے حامل افراد و شخصیات اپنے لئے نہیں دوسروں کیلیئے جینے اور مرنے کا خوب گر جانتے ہیں۔۔ انسانیت کی خدمت، انسانیت کی فلاح و بہبود کیلیئے جدو جہد کرنا انکی زندگی کا مقصد بن جاتا ہے۔ ان خوبیوں کے حامل انسان کی فکر یہ ہوتی ہے کہ اگر میں چاہوں تو مصیبت کی دلدل میں پھنسے ہر شخص کو اس دلدل سے نکال سکتا ہوں اور اسی فکر کو لیکر جب آگے بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوتی اور کامیابی و کامرانی اسکے قدم چومنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔۔

اس معاملہ میں صحابہ کرامؓ، آئمہ اولیاء اور مجتہدین کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔۔ وہ دیکھئے۔ میدان جنگ کا منظر۔۔ ایک صحابیؓ اپنے بھائی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔۔ مشکیزہ میں پانی لئے بھائی کو تلاش کر رہا ہے تا کہ بھائی کو پانی کی

ضرورت ہو تو پانی پلا سکوں۔اس دوران صحابیؓ اپنے بھائی کو اس حالت میں پالیتا ہیں کہ وہ زخموں سے چور پیاس سے نڈھال زمین پر بے یار و مددگار پڑے ہیں۔ایسے وقت میں بھائی پانی پلانے کیلئے قریب آتا ہے تو ساتھ زمین پر زخمی حالت میں لیٹے ہوئے ایک اور صحابیؓ کا اشارہ ملتا ہے کہ اپنے بھائی کو پلانے کے بعد مجھے بھی پلانا۔۔یہ اشارہ ملنے کی دیر تھی کہ حضرت خذیفہؓ کا زخمی بھائی پانی پینے سے انکار کرتے ہوئے اپنے بھائی کو اشارہ کرتے ہیں کہ پہلے دوسرے بھائی کو پانی پلائیں......

اسی طرح حضرت خذیفہؓ دوسرے صحابیؓ کے پاس پہنچتے ہیں تو تیسرے کا اشارہ ملتا ہے کہ انکے بعد مجھے بھی پلانا! جی ہاں یہ صحابیؓ پانی پلانے کی غرض سے دوسرے اور پھر تیسرے اور چوتھے صحابی کے پاس جاتے ہیں۔اور ان میں سے ہر ایک اپنی پیاس کو دوسرے کی پیاس پر قربان کرتا نظر آتا ہے اور ہر ایک پانی پلانے والے صحابیؓ سے یہی التجا کرتا ہے کہ مجھے نہیں پہلے میرے صحابیؓ بھائی کو پانی پلایا جائے۔۔حقیقت یہ ہے کہ زخموں سے چور ان تمام صحابہ کرامؓ کو پانی کی اشد طلب تھی۔۔لیکن ۔۔رحمۃ اللعالمین ﷺ کے شاگرد جو تھے۔۔وہ معلم انسانیت کا پڑھایا ہوا سبق کیسے بھول سکتے تھے۔۔دنیا میں بھی معلم انسانیت ﷺ کے ایک ایک حکم پر عمل کیا اور دنیا سے جاتے ہوئے بھی اپنی ضرورت کو ایک دوسرے پر قربان کر کے ایثار و ہمدردی کی ایک نئی مثال قائم کر گئے۔۔حضرت خذیفہؓ زخمیوں کی قطار عبور کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر اپنے بھائی کے پاس پہنچے تو بھائی شہید ہو چکے تھے۔اس طرح دیگر زخمی صحابہؓ کے پاس آئے تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے......

اسی کا نام جذبہ ایثار و ہمدردی ہے کہ مرتے وقت بھی اپنی حاجت کو دوسروں کی حاجت پر قربان کیا ئے۔۔چاروں صحابہ کرامؓ نے پانی کی حاجت ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی خاطر پانی تو نہیں پیا لیکن جام شہادت ضرور نوش کیا ۔۔۔جنگ یرموک کے بعد زرا ہجرت مدینہ کی طرف بھی نظر دوڑا یئے۔۔ایک انصاری صحابیؓ مہاجر صحابی سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے آؤ آج میں اپنے بھائی کا حق ادا کرنا چاہتا ہون۔۔۔اپنے کاندھوں سے بھائی کا بوجھ اتارنا چاہتا ہوں۔۔آپ اسلام کی خاطر اپنا وطن، اپنی زمین و جائیداد چھوڑ کر یہاں آئیں ہیں۔۔۔آؤ آج میں اپنی جائیداد سے اپنے مسلمان بھائی کا حصہ ادا کر دیتا ہوں۔۔ میرے دو مکان ہیں آج کے بعد ایک مکان میرا اور ایک تیرا ہوگا ۔۔دو باغ ہیں آج سے ایک باغ کا تو مالک بن جا۔۔۔صرف اتنا ہی نہیں انصاری صحابیؓ نے تو انتہا کر دی ایثار و ہمدردی اور قربانی کی۔۔۔آخر میں اپنے مہاجر بھائی سے کہنے لگے بھائی پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔آپ اپنی جائیداد ، بیوی، بچوں کو چھوڑ کر آئیں ہیں...... یہاں ہم آپکو کسی قسم کی کمی محسوس نہیں ہونے دیں گے ۔۔میرے نکاح میں اسوقت دو بیویاں ہیں میں آپکی خاطر ایک کو طلاق دیتا ہوں......عدت پوری ہونے کے بعد آپ ان سے نکاح کریں......

قارئین کرام! کیا ایثار و ہمدردی کی ایسی مثال آج پیش کی جاسکتی ہے؟۔۔نہیں ہرگز نہیں۔۔۔آج تو نہ صرف ہم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن چکے ہیں۔۔بلکہ کسی ماں، بہن، بیٹی کی آبروریزی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ہمیں اپنی تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔مندرجہ بالا واقعات مسلمانوں کے جذبہ ایثار و ہمدردی کی عکاسی کرتے ہیں۔۔تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں میں ایثار و ہمدردی کا وصف رہا انکے ہاں خیر و فلاح کا دور دورہ رہا۔۔مگر آج اگر یہ صورت حال نہیں ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فرد نفسا نفسی اور ذاتی مفادات کے حصول میں

مگن ہے ۔۔ ہر فرد صرف اپنا پیٹ اور اپنی جیب بھرنے میں مصروف ہے ۔۔ آج میرے گھر میں مرغن غذائیں ہیں ۔میرے گھر کا دستر خوان کئی قسم کے کھانوں سے سجا ہے ۔لیکن میرے مسلمان بھائی کے گھر میں کئی روز سے فاقہ ہے ۔ایک طبقہ داد عیش دیرہا ہے جبکہ دوسرا طبقہ مشقت کی چکی میں پس رہا ہے ۔۔ ایک کے کھیت میں پانی کی فراوانی ہے تو دوسرے کا کھیت پانی نہ ہونے سے سوکھ رہا ہے ۔۔۔ ایک طبقہ علاج معالجہ کی فراوانی سے فائدہ اٹھا رہا ہے جبکہ ایک اکثریتی طبقہ اس بنیادی سہولت سے یکسر محروم ہے ۔جی ہاں ۔۔ ہمارا ماحول اسقدر تیزی سے بدل رہا ہے ۔ہماری بے حسی اس قدر بڑھ رہی ہے کہ کسی بھوکے پیاسے کو دیکھ کر ہم اسکا مذاق اڑانا شروع کر دیتے ہیں ۔۔ اور کسی حاجت مند کو دیکھ کر ہم اس سے آنکھیں پھیر دیتے ہیں ۔۔۔ اور پھر صرف اتنا ہی نہیں بلکہ بھری محفلوں اور اپنے گھروں اور دوست احباب میں ضرورت مند شخص کی تضحیک کرتے پھرتے ہیں اور کہکہے لگا کر اسکی مجبوریوں کا ذکر کرتے ہیں ۔۔

قارئین کرام! صحافتی شعبہ سے منسلک ہونے کی وجہ سے میرا اکثر اوقات ایسے واقعات سے واسطہ پڑتا ہے جنہیں دیکھ کر تحفظ حقوق نسواں، تحفظ حقوق انسانی کی دعویدار تنظیموں، این جی اوز ۔ کے کردار کی قلعی کھل جاتی ہے ۔ایک روز میں دن بھر کی مصروفیات سے فارغ ہو کر رات 9 بجے کے قریب گھر پہنچا چند لمحوں بعد دروازے پر دستک ہوئی ۔۔۔ یہ ایک 8,9 سالہ بچی آنکھوں میں آنسوں اور نیند کے آثار لئے ندامت سے سر جھکائے میرے سامنے دروازے پر کھڑی ہے ۔۔۔ دروازا کھولتے ہی ایک پلیٹ آگے کرتے ہوئے کہنے لگی ۔۔ انکل ۔۔ امی نے کہا ہے اس پلیٹ میں تھوڑا سا ۔۔ سالن دیدیں ۔ہم نے کھانا نہیں کھایا ہے ۔۔ چھوٹا بھائی بھوک کی وجہ سے سو نہیں رہا ۔۔ رو رہا ہے ۔۔ مذید تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ دن کو بھی انکے گھر میں کھانا نہیں پکا ۔۔۔ اس معصوم بچی کی فریاد سن کر میرے اوسان خطا ہونے لگے اور پاؤں تلے سے زمین سرکنے لگی ۔۔۔ اور اس وقت میری آنکھوں کے سامنے نبی کریم ﷺ کا وہ ارشاد گھومنے لگا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا وہ شخص کامل مسلمان نہیں ہوسکتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اسکا ہمسایہ بھوکا سو جائے ۔۔۔ جی ہاں یہ سچ کہ ہمارے معاشرے میں بہت سے ایسے افراد ایک وقت کی روٹی کیلئے ترس رہے ہیں ۔۔۔ اگر آپ ایسے افراد کی تلاش میں نکلیں اور اپنے اردگرد طائرانہ نظر ڈالیں تو ایسی کئی معصوم بچیاں، بے سہارا (بیوہ) خواتین اور بچے نظر آئیں گے جنہوں نے خوشی کو دور سے بھی گزرتے نہیں دیکھا ہے ۔۔۔ اور وہ آج بھی روٹی، کپڑا اور مکان کیلئے ترس رہے ہیں ۔۔ ستم بالائے ستم یہ کہ آج ہم میں سے کوئی کسی ضرورت مند کو ایک وقت کا کھانا کھلانے کیلئے تیار ہے اور نہ ہی کسی ضرورت مند کو کپڑا فراہم کرنے پر امادہ ۔۔۔

قارئین کرام! اگر ہم آج اپنی ضروریات کو کچھ کم کر کے ایسے ضرورت مند افراد کے غم کو کم کرنے کا عہد کریں تو معاشرہ میں موجود محروم طبقہ کو اپنے معاشرہ کا بہترین اور قیمتی حصہ بنا سکتے ہیں ۔اور ان میں خوشیاں بانٹ کر اللہ تعالیٰ اور نبی پاک ﷺ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں ۔۔ حقیقت یہی ہے کہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ہی اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتا ہے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو!

☆☆☆☆☆☆☆☆

ریڈ کراس

ــــ ٹائٹل: ریڈ کراس

تعلیم یافتہ احباب سے درمندانہ اپیل!

تحریر: امیر جان حقانی / ای میل: ibshaqqani@gmail.com

اس میں دو رائے نہیں کہ کسی بھی قوم، ملک وملت کی ترقی وعروج کا دارو مدار نوجوانوں پر منحصر ہے، یعنی تعلیم یافتہ نوجوانوں پر۔ تعلیم یافتہ کی تعبیر کن پر منطبق ہوتی ہے، فی الحال اس بحث سے اجتناب ہی مفید ہے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہنا چاہیے کہ میں ذاتی طور پر تعلیم میں دوئی کا قائل نہیں ہوں، یعنی علم میں دینی ودنیوی تقسیم کا قائل نہیں ہوں۔ مسلمانوں کو اس چیز نے برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ علم کو قدیم وجدید، مشرقی ومغربی اور نظری وعملی میں تقسیم کرنا ملت اسلامیہ کے لیے زہر ہلاہل سے کم نہیں۔ مرحوم اقبالؒ نے اس واسطے کہا تھا۔

''حدیث کم نظراں قصہ قدیم وجدید''

علم ایک صداقت ہے، یہ کسی ملک وقوم کی ملکیت نہیں، علم ایک وحدت ہے اور اس کو کثرت کہا جاتا ہے اور اس کثرت میں وحدت ہے۔ اسی وحدت کا نام حق وصداقت کی تلاش اور سچ کی جستجو ہے۔

آج میرے مخاطب نواجوان ہیں اور بالخصوص وہ نوجوان جن پر ''تعلیم یافتہ'' کی تعبیر صادق آتی ہے۔ مجھے لفظ نوجوان سے بے حد محبت ہے، لفظ نوجوان کو دیارغیر کی لغت میں ''یوتھ'' (Youth) کہا جاتا ہے۔ راز دانِ علوم مغرب حضرت اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ

محبت ہے مجھے ان جوانوں سے جو ستاروں پر ڈالتے ہیں کمند

میں اس وقت ذہنی طور پر کشمکش کا شکار ہوں کہ بات کہاں سے شروع کروں اور اپنی بات کو کس طرح سمیٹوں، کیونکہ آج میرا مخاطب وہ طبقہ ہے جو قلیل کا نہیں کثیر کا متقاضی ہے۔ ''خیر الکلام ما قل و دل'' کی روشنی میں خاطرات دل مختصراً گوش گزار کرونگا اس نیت کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نظری سے زیادہ عملی انسان بننے کی توفیق دے، اور جو بات دل سے نکلتی ہے وہ ضرور اثر رکھتی ہے۔

ملک وملت کی دگرگوں حالت کا ثاقبانہ نظر کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس وقت نوجوانوں بالخصوص تعلیم یافتہ (بشمول قدیم وجدید) اور علماء ملت کی ذمہ داری بہت ہی زیادہ بڑھ جاتی ہے، اگر کسی بھی انقلابی کام کا آغاز تعلیم یافتہ نوجوان اور مخلص علماء کرام سنجیدگی، گہرائی اور پختگی اور عزم مصمم کے ساتھ شروع کریں تو بہت جلد مثبت نتائج ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس میں عامیانہ انداز سے گریز کرنا ہوگا اور تعلیم یافتہ نوجوان اور علماء ملت دعوت الی اللہ اور اصلاح معاشرہ ونفس کی جدوجہد کو سطحیت سے بچاتے ہوئے انجام دیں گے بلکہ عامۃ الناس کو یہ باور کرائیں گے کہ ان کے انقلابی واصلاحی تحریک کا مقصد عظیم اور اس کی جڑیں گہری اور علم وتحقیق اور دورِ جدید کی ضروریات کے عین مطابق ہے تو پھر کوئی بُعد نہیں کہ مددِ رحمانی شامل حال نہ ہو۔

میں تعلیم یافتہ نوجوانوں سے پر امید ہوں، کیونکہ ''تعلیم یافتہ'' ہیں۔ کل انہوں نے اس ملک جو قلعۂ اسلام سمجھا جاتا ہے کی باگ وڈور اپنے ہاتھ میں لینا ہے بلکہ اللہ نے چاہا تو دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی مثبت کردار ادا کریں گے۔ یا جن کے

ہاتھ میں زمام کار آئے وہ امت مرحومہ کی درست تربیت اور نونہالانِ قوم کی صحیح تعلیم کا بندوبست کریں گے۔اس کے لیے طبقہ نوجواں کو تعلیم یافتہ ہونا از حد ضروری ہے۔ وہ کونسی تعلیم ہے جس کا زور دیا جارہا ہے تو اس حوالے سے بھی کچھ سماعت فرمائیں۔ تعلیم کی غرض وغایت اور مقصدیت کے بارے میں بہت کچھ کی گنجائش ہے، لیکن یہاں تعلیم کی افادیت اور فوائد کے حوالے سے ایک حوالہ دیا جائے گا جو جامعیت اور بلوغیت پر مبنی ہے۔ دیار غیر (برٹش/ برطانیہ) کے ایک ماہرِ تعلیم نے تعلیم کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"تعلیم کا بنیادی خیال جو پورے نظام تعلیم پر حاوی ہونا چاہیے یہ ہے کہ تعلیم اس کوشش کا نام ہے جو بچوں کے والدین اور سرپرست اس نظریہ حیات پر (جس پر وہ عقیدہ رکھتے ہیں) اپنی نئی نسل کو تیار کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ "مدرسہ" (اسکول 'کالج ویونیوسٹی) کا فریضہ ہے وہ ان روحانی طاقتوں کو جو اس نظریہ حیات سے وابستہ ہیں طالب علم پر اثر ڈالنے کا موقع دے اور وہ طالب علم کو ایسی تربیت دے جو اس قوم کی زندگی کے تسلسل وترقی میں طالب علم کی دستگیری کرے اور اس کے ذریعے وہ مستقبل کی طرف اپنا سفر جاری رکھ سکے"۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا' آرٹیکل ایجوکیشن' مترجم مفکر اسلام حضرت علی میاںؒ۔)

تعلیم کی یہ تعریف انتہائی زیادہ جامع اور عملی زندگی میں لانے والی ہے۔ ملک عزیز میں نظام تعلیم' نصاب تعلیم کے حوالے سے ناچیز اپنی ہی ایک تحریر کا حوالہ دینا چاہتا ہے' شاید یہ بے ربط باتیں آپ کا دل ودماغ بھی قبول کریں۔" دل ودماغ میں ایک اضطراب، انقلاب، اور خیالات وسوالات کا ایک دریا اُمڈ آرہا تھا کہ کیا ہم موجودہ تعلیمی صورت حال سے مطمئن ہیں؟ عصری نظام تعلیم ودینی نظام تعلیم؟ طبقاتی نظام تعلیم؟ غریبوں کے لیے الگ اور امیروں کے لیے الگ، قدیم طرز تعلیم وجدید طرز تعلیم؟ ہمارے نظام تعلیم کو طبقاتی بنیادوں پر تقسیم کردیا گیا ہے۔ ہماری علمی وتحقیقی بنیادیں کمزور ہوگئی ہیں، کیمبرج سسٹم، فرنچ سسٹم، امریکن سسٹم، مدرسہ سسٹم، اور گورنمنٹ اسکول سسٹم جس کو آپ پیلے اسکول والا نظام بھی کہہ سکتے ہیں۔ جس ملک میں بہ یک وقت کئی نظام چل رہے ہوں وہ ملک ترقی کیسے کرسکتا ہے اور کیسے ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں شامل ہوسکتا ہے۔ ہمارا نظام تعلیم تخلیقی بنیادوں پر نہیں ہے۔ کاش صرف اور صرف طریق تدریس ہی کو جدید بنیادوں پر استوار کیا جاتا اور اپنی قومی ومادری زبان کو تدریسی زبان قرار دی جاتی۔ کیا ترقی یافتہ چین اور جاپان نے اپنی زبان چھوڑ کر کسی بدیسی زبان کو تعلیمی زبان کے طور پر اپنا کر بام عروج حاصل کیے ہیں؟۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر ہم کیوں انگریزی کو اپنی کھال سمجھ بیٹھے ہیں اور پیشاب، تک انگریزی میں کیوں کرنے لگے ہیں۔ کیا ہم اب تک اس گورے کے غلامی کے طوق میں پھنسے ہوئے نہیں ہیں؟ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے کہ ہم بہت جلد نماز بھی انگریزی میں پڑھنے لگیں۔ اللہ بچائے۔ آمین۔ آہ! دھرتی عزیز میں یکساں نظام تعلیم نہیں ہے مختلف طبقے اور گروہ پیدا ہو رہیں، عجب ابہام ہے۔ ایک طبقہ صرف قدیم اور مدرسے کی تعلیم کو اہم اور ضروری سمجھتا ہے اور ایک بڑا طبقہ انگلش میڈیم اور مغربی طرز تعلیم کو کامیابی کی کنجی اور ترقی وعروج کا راز سمجھتا ہے۔ اور کچھ بے چارے دونوں طبقوں میں پھنس کر اپنے نونہالوں کو دونوں طرح کی تعلیم سے آراستہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں یہ لوگ قابل تقلید ہیں مگر یہ انداز بے حد صعب ومشقت طلب ہے۔

قارئین! دل کی بات یہ ہے کہ میں تعلیم میں دوئی کا قائل نہیں ہوں۔ اسلامی تاریخ پر عمیق نظر ڈالی جائے تو تعلیم میں تقسیم نظر نہیں آئے گی۔ یہ تقسیم گذشتہ ۲،۳ سو سال پہلے کی ہے جو ہمارے دشمن کی کامیاب چال ہے۔ تعلیم کا بنیادی مقصد انسانوں کو حیوانیت کی نچلی سطح سے اٹھا کر انسانیت ومسلمانیت کے عروج وبلندیوں پر پہنچانا ہے۔ تعلیمی نظام ونصاب ایسا ہونا چاہیے جو فرد کو اس کی اصل حقیقت وذات سے روشناس کروائے، اور وہ اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہو، دو جہانوں میں، اور یہ کہ اپنے اندر چھپی

ہوئی تمام صلاحیتوں کا کھوج لگائے اور حقیقت کا ادراک کر لے۔ اور جب وہ اس قابل ہو کہ وہ خود کو جان سکے اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا اندازہ لگا سکے تو پھر وہ جدھر چاہے ادھر جائے۔ چاہے تو مفسر و محدث بنے یا ڈاکٹر و انجینئر اور تعلیمی نظام اس کی کامیاب رہنمائی و مدد کرے۔ انتہائی معذرت سے عرض ہے کہ کیا ہمارا موجودہ تعلیمی نظام ہماری درست رہنمائی کر رہا ہے؟ بالخصوص ہمارا موجودہ نصاب تعلیم (دینی و دنیاوی) کسی نوعمر کی ذات کی نشوونما، حقیقت کا ادراک، سچ کی تلاش اور کامیاب زندگی و معاشرت کے لیے مکمل کردار ادا کر رہا ہے؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔ ہمیں انتہائی سنجیدگی کے ساتھ سخت قسم کے اقدامات کرنے ہوں گے۔ (بحوالہ سہ ماہی نصرۃ الاسلام گلگت' سفر نامہ' محبتوں کی زمیں وادی غذر کا ایک سفر' جلد نمبر ا' شمارہ نمبر ا ص/۱۶)۔

نظام تعلیم اور نصاب تعلیم پر میرے جیسے کم علم اور بے مایہ انسان کے لیے بات کرنا مشکل ہے اور یہ ایک نازک مسئلہ بھی ہے۔ ایک مملکت اسلامیہ کے لیے ایسا نظام تعلیم ہونا چاہیے جو یقین پیدا کرے ان چیزوں کے بارے جو اس قوم کے معتقدات' مقاصد اور تہذیبی سرمایہ ہو' اس قوم کے عقائد' اقدار' ویلوز و افکار ہوں۔ اور یہ یقین کھوکھلے نعروں اور تعصب پر مبنی روایات پر نہیں بلکہ علم' مطالعہ' وجدان اور دماغ کے راستے سے ہو' تقابلی مطالعہ کے طور سے یہ یقین پیدا ہوتا ہو اور اس یقین میں دل اور دماغ کا مطمئن ہونا از بس ضروری ہے۔ علم تو ایک جذبہ صادق ہے۔ خدا کی نعمت کبریٰ ہے' اعلم عالم کی اشد ضرورت ہے' علم تحقیق و جستجو کے ذریعے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا نام ہے۔ کاش! کہ ہمیں علم کا اصل مفہوم و مقصد سمجھ آتا.... اے کاش!!!!

آج کے دور میں ایک ایسا انقلابی نظام تعلیم کی ضرورت ہے جو ''علم'' و ''دین'' میں خلیج پیدا نہ کریں۔ اگر ہم مملکت عزیز کی ۶۵ سالہ نظام پر نظریں دوڑائیں تو ہمیں کفِ افسوس ہی ملنا پڑتا ہے۔ میرے نزدیک آج کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو کرنے کا سب سے بڑا کام یہی ہے۔ آئر کنڈیشن کمروں میں بیٹھ کر ملک و ملت کی تقدیر کے فیصلے کرنے والے اس انداز میں سوچنے سے قاصر ہیں۔ تعلیم گاہیں ایسی فیکٹریاں ہیں جہاں سے تمام اداروں کو خام مال سپلائی ہوتا ہے۔ اگر یہاں ہی خرابی اور نقص ہو تو پھر بہتری کی کسی امید کی گنجائش نہیں۔ قرآن کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اس کی اولین تعلیمات بھی تعلیم پر ہی مبنی ہے۔ ہم اس دین کے داعی ہیں جس نے سب سے پہلے اپنی دعوت و علم کا اعلان ان خوبصورت الفاظ میں کی ہے۔

اقرأ باسمک ربک الذی خلق' خلق الانسان من علق' اقرأ و ربک الاکرم' الذی علم بالقلم' علم الانسان مالم یعلم

اس آیت کریمہ کا ایک نرالا مفہوم یہ ہے کہ اس میں صرف علم کی بات نہیں کی گئی بلکہ علم کے لیے کاغذ' نقوش' قلم و قرطاس' سیاہی و دوات اور کتاب اور دوسرے لوازمات کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ آج کے دور میں اس کی نئی شکل کمپیوٹر' بھی ہے۔ غور سے دیکھیں گے تو اس آیت کے مفہوم میں ای میل' کمپوزنگ' ایڈیٹنگ' ڈیزائننگ' آن لائن ٹیچنگ' ویب میگزین' پروف ریڈنگ' پرنٹنگ اور طباعت وابلاغیات کی تمام جدید و قدیم صورتیں شامل ہیں۔ یہ علم ''لدنی'' نہیں بلکہ کسبی ہے۔ یہ علم کوئی جہالت کے دروازے سے یا فوجی بغاوت کے طور پر ظہور پذیر نہیں ہوا بلکہ اللہ کی رہنمائی سے پیدا ہوا ہے۔ آج تعلیم یافتہ طبقہ (جس بھی سبھی شامل ہیں' عصری دانشگاہوں میں تحقیق و ریسرچ کی داد پانے والے اور دینی جامعات میں خلوص و للٰہیت کے ساتھ کسب فیض حاصل کرنے والے) کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اقوام عالم اور اپنے نادان مسلمان بھائیوں کو یہ باور کرانا ہے کہ یہ علم معرفت سے پیدا ہوا ہے' رجم بالغیب کے لئے اس میں گنجائش نہیں' یہ وحی سے پیدا ہوا ہے' زمانے کی تمام ضروریات و مقتضیات کے ساتھ دے سکتا ہے' معاشرتی و تمدنی زندگی کی رہنمائی و سرپرستی کر سکتا ہے۔ تعلیم کی وحدت اور اکائی کی بنیادیں علماء دین اور نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ ڈال سکتے ہیں۔ میرا دل مجھے بتاتا ہے' یہ میرا وجدان ہے اور مجھے اس پر کامل

وشواش ہے کہ آج تعلیمافتہ طبقے کو کرنے کا جو سب سے اہم کام ہے وہ یہ ہے کہ قدیم درسگاہوں میں جدید ماہرین کو ''اہلاً وسہلاً'' کہا جائے اور عصری دانشگاہوں میں ان لوگوں کو ''ویلکم'' کیا جائے جنہوں نے انتہائی محنت، خلوص، للّٰہیت اور ایثار کے ساتھ علوم نبوی کو پڑھا ہے، سمجھا ہے اور عصر حاضر کے نئے علمی وادبی، تحقیقی ذخیرے سے کماحقہ استفادہ کیا ہے۔ آج اگر ''ملا'' اور ''مسٹر''، ''قدیم'' و ''جدید''، ''دنیاوی علوم'' و ''دینی علوم'' کی تفریق کو نہ پاٹا جائے، اس کی بیخ کنی نہ کی جائے تو امت مسلمہ اور مسلمانان پاکستان کا بیڑہ روز بروز غرقابی کا شکار ہوتا جائے گا۔ اس تفریق اور امتیاز کو ختم کرنا ہوگا کہ ''علم، ادب، شاعری، حکمت وفلسفہ، سائنس وٹیکنالوجی، ''قدیم'' و ''جدید''، ''دنیاوی علوم''، ''دینی علوم'' کی مخصوص یونیفام جو پہن کر آئے وہ قابل قبول ہے اور باقی سب شئی لایعنی۔ یعنی جوادبیت کی مخصوص وردی نہ پہنے اور ادب (مروجہ) کا کا سائن بورڈ آویزاں نہ کرے وہ ادیب کہلانے کا مستحق نہیں، یہی حال دوسرے علوم وفنون کا۔ جب تک اس رجحان کو ملیامیٹ نہیں کیا جاتا، اس کی مٹی پلید نہیں کی جاتی ہم روز بروز تنزلی کا شکار ہوتے رہیں گے۔ ترقی رک جائے گی، انتہا پسندی ناسور کی طرح پھیل جائے گی، دینی طبقہ دلائلِ قرآن و حدیث کا انبار لگا کر عصری طبقے کو زیر کرنے کی کوشش جاری رکھے گا اور عصری طبقہ بھی اپنی تحقیق جدید اور ''جہاں دیدگی'' کے گمان میں دینی طبقے کو آنکھیں دکھاتا رہے گا۔ اور سچی بات یہی ہے کہ یہ ایک المیہ سے کم نہیں اور یہ المیہ گزشتہ کئی دہائیوں سے مسلم امہ اور مسلمانان پاکستان کو زنگ کی طرح چاٹ رہا ہے۔

آج نوجوانوں کو اُٹھنا ہوگا، اپنے اندر تفریق کو ختم کرنا ہوگا، صبر، برداشت، تحمل، رواداری، اخوت کا ماحول پیدا کرنا ہوگا۔ مغربی افکار وجدوجہد کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تفریق کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ ہمیں مل بیٹھ کر ایک ایسا لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا کہ جو محبت واخوت اور ایک دوسروں کے مسائل وضروریات کو سمجھنے، اور مایوس قوم کی رہنمائی کا نوید بنے۔ جب تک ہم ان گھمبیر مسائل کا ادراک نہ کریں ہم کوئی انقلابی قدم نہیں اُٹھا سکتے ہیں۔ ہم ایک دوراہے پر کھڑے ہیں، ہمیں سمجھ ہی نہیں آرہا ہے کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔ کاتب تقدیر اس انتظار میں ہے کہ کوئی ہے جو ڈوبی کشتی کو پار کرائے، خدا تعالیٰ کی سنت ہے، وہ دیکھتا ہے کہ کسی قوم میں کہاں تک اخلاص ہے، عزم کس قسم کا ہے، صلاحتیں کیسے استعمال کی جاتیں ہیں۔ یاد رہے کچھ تقدیریں بدل جاتی ہیں اور کچھ بدلی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بعض دفعہ کسی فرد یا جماعت کے حق میں کچھ فیصلے لکھ دیے جاتے ہیں، وہ ایسا متبرک وقت ہوتا ہے کہ ایک لمحہ صدیوں کے برابر ہوتا ہے۔ اور قوموں میں انقلاب آیا کرتا ہے، اور کبھی ایک نقطۂ ''محرم'' کو ''مجرم'' بنا دیتا ہے ایک ہلکی سی لغزش پوری قوم کے سفینے کو غرق کردینے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ کاش ہمیں اس کا ادراک ہو، اگر ادراک ہے تو اس سے نمٹنے کے لیے کوئی عملی اقدام، کوئی لائحہ عمل....؟

دھرتی بے اماں ایک قربانی مانگتی ہے، ایسی قربانی جو ملت کے مفاد میں ہو۔ پارٹیوں کے مفاد، علاقوں کے مفاد، زبانوں اور رنگوں کے مفاد، یہاں تک کہ اختلافی نظریوں اور مسلکی خیالوں سے ہٹ کر ایک ایسی قربانی جو صرف اور صرف ملت و وحدت کے لیے دی جائے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے جذبے صادق کی ضرورت ہے۔ حضرتؓ نے ایک ایسی قربانی دی جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ وہ نواسہ رسولؐ جگر گوشہ بتولؓ، ان کے ساتھ شرعی دلائل ہیں، کبار صحابہؓ ہیں، عاشقان علیؓ کی تلواریں ہیں، قرن اول کے مسلمانوں کی جذباتی وابستگی ہے، ایک بڑی تعداد ان کے ہاتھ پر بیعت ہے اور وہ خلیفہ راشد مگر امت مسلمہ کو خون خرابے سے بچانے کے لیے خلافت سے دستبرداری کی قربانی دی، کیا ایسے سازگار حالات میں کوئی ایسی عظیم قربانی دے سکتا ہے؟ یقیناً نہیں... انہوں نے تو اپنے نانا جانؐ کی پیش گوئی کی لاج رکھی ہے۔ پیارے حبیبؐ نے فرمایا تھا،

کہ "ان ابنی ھذا سید، لعل اللہ ان یصلح بین فئتین من المسلمین" میرا یہ بیٹا رہنما ہے، سردار ہے، کیا عجب ہے کہ رب کائنات اس (حضرت حسنؓ) کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت کرا دیں۔ کیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نام لیوا ایسی قربانی پیش کر سکتے ہیں؟۔ میرے اپنے نوجوان تعلیم یافتہ (اگرچہ عمر کے لحاظ سے بوڑھے ہوں مگر عزم و جذبہ کے لحاظ سے نوجوان ہوں) دوستوں سے ہاتھ جوڑ کر اپیل ہے کہ وہ امت کی بگڑی حالت کا جائزہ لیں، اپنے مسائل کا ادراک کریں، زمانے کی چیلنج کو قبول کریں، اور اس کا جرأت و بہادری سے سامنا کرنے کا عزم پیدا کریں۔ کاش! کہ ہمارے ملک میں ایک ایسا نظام تعلیم کی داغ بیل ڈال دی جائے جو نفرتوں کے بجائے محبتیں پھیلائے، جو انسان کے بجائے رحمان کا بندہ بنائے، جو امت کی بگڑی بنائے، جس کے سبب مسلمانوں کو عروج ملے۔ قارئین تعلیم جو انسان کو مکمل انسان بناتی ہے، حب الوطن پاکستانی بناتی ہے، وہ نظام تعلیم یہاں ناپید ہے۔ اس موضوع پر بات کرنا، لکھنا اور کچھ کہنا عجیب سا لگتا ہے پر امید پر دنیا قائم ہے، خدائی تعلیمات بھی ناامیدی سے گریز کا تلقین کرتی ہیں، اس امید کے ساتھ لکھنے کی گنجائش ہے کہ کبھی تو گلستان میں سورج طلوع ہوگا۔ میرے جیسے علم و عمل سے تہی دامن طالب علم بھی یہ محسوس کرتا ہے کہ دھرتی عزیز میں تعلیم کے حوالے سے دعوؤں کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آرہا ہے، ہر ایک (اسلامی و دنیاوی، مکتبہ ہائے فکر تعلیم) اپنا اپنا راگ الاپ رہا ہے مگر کہیں پر بھی مربوط نظام تعلیم، واضح اور متعین لائحہ عمل موجود نہیں ہے، اور بدقسمتی سے ہم اس سب کچھ کا ذمہ دار ارباب حل وعقد اور منتخب وغیر منتخب حکومتوں کو سمجھتے ہیں، درحقیقت ان کے ساتھ ہم خود بھی اس تباہی و بربادی شریک ہیں۔

سیکولر طبقے کو ہم کیا الزام دیں جو دینی ذہن رکھتے ہیں اور ان کی زیر سرپرستی میں اسکول و کالجز اور یونیورسٹیاں چلتی ہیں ان کا "حال" کوئی قابل تقلید اور نمونہ نہیں، انہوں نے بھی اس حوالے سے کوئی اساسی تو کیا بہتری کی طرف پیش رفت بھی نہیں کی، اسلامی ذہن کے مالک لوگوں کی زیر نگرانی چلنے والی یونیورسٹیاں مثلاً رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، شفاء انٹرنیشنل یونیورسٹی، قرطبہ یونیورسٹی، ہمدرد یونیورسٹی، منہاج یونیورسٹی، اسراء یونیورسٹی (کتنے خوبصورت اسلامی نام ہیں) اور ان جیسی کئی اور یونی روسٹیاں جن کے ذمہ داران بزعم خویش دینی جذبوں سے سرشار ہیں کو کون ہدایات فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنے اداروں کو مغربی انداز میں چلائے اور قوم وملت کے نونہالوں کو "مغربیت" "لبرل پسندی" کی طرف مائل کریں اور ان کو مغرب زدہ ماحول کا عادی بنائے؟ اور ان کو کس نے روکا ہے کہ تمام نئے اور جدید علوم میں اسلامی نقطہ نگاہ اور فکر سے تحقیق و ریسرچ کا کام نہ کریں؟۔

جدید وقدیم، عصری و دینی، اسلام اور سائنس، قرآن وحدیث اور کمپیوٹر و انگلش کے ساتھ ساتھ یا ان کا حسین امتزاج جیسے پرفریب نعروں اور سلوگن کے کے تحت قائم کیے جانے والے اسکولوں کا حال بھی کوئی ماڈل کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا ہے، مثلاً دعوۃ ماڈل اسکولز، اقراء اسکولز، یقین ماڈل اسکولز، غزالی اسکولز، منہاج ماڈل اسکولز، قیادت اسکولز، فاران اسکولز اور ان جیسے بیشمار سکولز ہیں۔ ان میں بیکن اسکولز، کیمبرج اسکولز، سینٹ جوزف اسکولز جیسے لادین اسکولوں سے شر وفتن تو بظاہر کم ہے مگر کیا ان میں خیر وصلاح کی مقدار بھی وہی ہے جو ایک مثالی اسلامی ریاست کے نظام تعلیم کے لیے مطلوب ہوسکتی ہے یعنی نونہالان قوم کو ایک کامل انسان اور اکمل مسلمان بنانے کے لیے ان مذکورہ یونیورسٹیوں اور دینی ماڈل کے اسکولوں کا منہج تعلیم کافی ہے؟ یقیناً نہیں۔ دینی مدارس کے ارباب حل وعقد سے بھی ایک ادنیٰ طالب علم کی گستاخی پر معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ وہ نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کے حوالے سے شیخ الہندؒ کے خیالات واحساسات، شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ کے مرتب کردہ دینی مدارس کا نصاب اور مقاصد تعلیم کو علی منہاج النبوۃ وعلی منہاج السلف قائم کرنی کی جاندار تجویز، بے باک قلم کار علامہ

مناظر احسن گیلانیؒ کے بیان کردہ منہج تعلیم پر سنجیدگی سے غور وخوض کرنا چاہیے۔ یہاں یہ ذہن میں رہے کہ اس موضوع پر کہنے کے لیے بہت گنجائش ہے مگر کاغذ کے ان اوراق میں اتنی گنجائش نہیں، اور خیالات بھی منتشر و بے ہنگم ہیں۔ کچھ باتیں اگلی دفعہ کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔ میں آج اپنے آپ سے، اپنے نوجوان بھائیوں سے مخاطب ہوں اور انتہائی دلبرداشتہ ہو کر میرے دل میں ٹیسیں اٹھتی ہیں اور دل و دماغ بیک وقت پکار اٹھتے ہیں کہ ''کوئی ہے جو مسلمانوں کی بگڑی تقدیر کو سامنے رکھے؟ ہم سے بے شمار غلطیاں ہوئی ہیں، ہم مزید غلطیوں کے متحمل نہیں ہیں، ہماری مزید غفلت، انا، نفسانیت، علاقائی اور طبقاتی عصبیت، جذباتی نعرے، ذاتی مفاد پرستی، تفرقہ بازی، انتشار وافتراق، اختلاف و جھگڑا اور اپنی اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد ملک وملت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دے گا۔ ہے کوئی جوان تمام مفادات سے ہٹ کر ملت کے مفاد کی بات کرے اور ملک وملت کے مفادات کو مقدم سمجھے؟ کیا اتنا بھی ممکن نہیں کہ چند ہی ایام کے لیے اختلافی مسائل و ذاتی مفادات اور گروہی جذبات اور مسلکی نعروں سے بالائے طاق ہو کر ''ملی'' مفادات کے لیے مکمل ایثار وللّٰہیت سے کام کیا جائے؟ شاید نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ ایسا کر سکے! شاید۔ اگر یہ انقلاب اپنی ذات سے شروع کیا جائے تو وہ دن بعید نہیں کہ ہم پورے عالم اسلام بلکہ عالم انسانی کے لیے حق وانصاف اور عدل ومساوات کے لیے پشت پناہ نہ بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر بن جائے۔

انداز بیاں گرچہ میرا شوخ نہیں ہے

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

بقیہ: اہل قلم کی خدمت میں......

جلیل القدر صحابی حضرت معاویہؓ کو بھی عام دنیادار بادشاہوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ رفیق افغان بھی ڈاکٹر ضیاء الدین کے نام سے حضرت معاویہؓ پر حصول اقتدار کے لیے خون ریزی کا الزام لگا چکے ہیں۔ حالانکہ اس موضوع پر بیسیوں کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں۔ انصاف پسندی اور غیر جانبداری سے پڑھنے والے کے لیے حضرت امیر معاویہؓ کی براءت پر شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب کی کتاب ''حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق'' کافی ہوگی۔ حال ہی میں جاوید چودھری نے ''سنّت'' کے عنوان سے دو قسطوں میں کالم لکھا۔ دیگر قابل اعتراض باتوں کے ساتھ انہوں نے اکثر چیزوں کے مسنون ہونے سے انکار کیا۔ اگر چودھری صاحب سنت پر خامہ فرسائی سے قبل اس موضوع پر تحقیق فرماتے، کسی عالم کے سامنے زانو طے کرتے تو انہیں سنت عادیہ اور غیر عادیہ میں فرق معلوم ہوتا۔ مسواک وغیرہ کو بھی انہوں نے سنت عادیہ میں گردان کر فی زمانہ اس کی اہمیت اور ضرورت محسوس نہیں کی۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے متعدد احادیث میں واشگاف الفاظ میں مسواک کو اپنی سنت قرار دیا ہے، یہاں تک کہ فرمایا اگر میری امت پر مشکل نہ ہوتا تو میں انہیں مسواک کا حکم دیتا۔ یعنی مسواک کو فرض کا درجہ دیتا۔ دین متین کی تشریح میں بے سروپا قیاسات کی قینچی چلانا جائز نہیں۔ مولانا بہاء الحق قاسمی کے پوتے یاسر پیرزادہ بھی سود حلال کرنے پر زور صرف کر چکے ہیں جس کا جواب اوریا مقبول جان نے اپنے کالم میں خوب دیا ہے''۔ ربانی صاحب بڑے مغموم انداز میں کہنے لگے ''ہمارے اکثر اہل قلم اپنے شعبہ کی اہمیت سے واقف نہیں، قلم کی حرمت کا انہیں پاس نہیں، کسی کی پگڑی اچھال دی، کسی کو ذاتی عداوت کا نشانہ بنا دیا، کبھی اسلام کے ٹھوس اصولوں پر نشتر چلا کر روشن خیالی ظاہر کر دی، قوم کی امیدوں کا واحد سہارہ عدالت کے خلاف سازش کا حصہ بنتے ہیں، عالم اسلام کے موضوعات سے پہلوتہی اور اسلامی اور مشرقی روایات کے مخالفین پر پورے پورے دن پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ قبل اس کے کہ عدالت کی لاٹھی حرکت میں آئے، ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا اور اپنی صفوں سے مبشر لقمان اور مہر بخاری جیسے گندے انڈوں کو نکال باہر کرنا ہوگا''۔

کالم کارنر

ابراہیم حسین عابدی

اہل قلم کی خدمت میں......

ihabidi@gmail.com

مذہبی، سیاسی یا معاشی کسی بھی مسئلہ کی گتھی سلجھائے نہ سلجھے تو نگاہ ان کے دولت کدہ کی طرف اٹھتی ہے۔ ان کا شمار ان محققین میں ہوتا ہے جن کی ایک مجلس کئی کتابوں کے مطالعہ سے زیادہ فائدہ دیتی ہے۔ جب بھی فرصت کے لمحات میسر آتے ہیں، قدم ان کی طرف اٹھتے چلے جاتے ہیں۔ آج بھی ان کی بیٹھک میں بیٹھے اخبار کے مطالعہ میں کھویا ہوا تھا کہ انہوں نے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے ایک کالم میں محاورہ پر انگلی رکھ کر کہا یہ دیکھیں۔ میں ابھی تک اپنے مطالعہ کے سحر میں گم تھا ان کا مدعا نہ سمجھ سکا تو انہوں نے کہا عابدی صاحب! یہ محاورہ اگر کوئی سیکولر یا کمیونسٹ ذہن کا مالک کالم نگار لکھتا تو افسوس نہ ہوتا لیکن دکھ اس وقت ہوتا ہے جب دین وملّت کے محافظ، مذہبی سوچ رکھنے والے ہمارے پسندیدہ کالم نگار غفلت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کی دکھ بھری گفتگو کے بعد محاورہ پر غور کیا، لکھا تھا ''راہی ملک عدم ہوئے''۔

ربانی صاحب کچھ دیر خلاؤں میں دیکھنے کے بعد گویا ہوئے ''آپ کو معلوم ہے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا یعنی البعث بعد الموت، اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، ایک مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا لیکن آپ ملاحظہ کیجیے یاسر محمد خان کا حلقۂ قارئین کافی وسیع ہے جن میں اکثریت مذہبی رجحان کے حامل افراد کی ہے۔ یاسر محمد خان کے قلم سے یہ محاورہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔ ہم غفلت میں اپنے قلم پر قابو نہیں پاتے، وہ کچھ لکھ لیتے ہیں جس کی حقیقت آشکار ہونے پر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ آپ انور غازی صاحب سے بخوبی واقف ہیں، عالم اسلام کے مسئلہ پر ہمیشہ قلم اٹھاتے ہیں، ایک کے بعد ان کی دوسری کتاب مارکیٹ کی زینت بن رہی ہے۔ ان کی ایک کتاب ''حرمین کا مسافر'' کی بھی خوب شہرت کی گئی۔ یہ سفر عمرہ کی روداد ہے۔ مکتبہ بیت الکتب گلشن اقبال کراچی سے ۲۰۰۶ء میں اس کا پہلا ایڈیشن نکلا تھا، جسے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ غازی صاحب اس کتاب کے صفحہ نمبر اکتیس میں رقم طراز ہیں ''حرم مکی کی طرف زندگی میں ہم پہلی مرتبہ جا رہے تھے۔ جس بیت اللہ کو ہم ہزاروں میل دور سے سجدہ کرتے تھے، اب صرف نصف کلومیٹر کے فاصلے پر تھا اور یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ وہی ''معبد'' ہے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں''۔ اگر غازی صاحب سے مؤدبانہ پوچھا جائے تو ان کا جواب بھی یہی ہوگا عبادت تو ہم اللہ تعالیٰ کی ہی کرتے ہیں، فقط رخ بیت اللہ شریف کی طرف ہوتا ہے۔ لیکن لکھتے وقت اپنے جملہ پر غور نہیں کیا جس کی وجہ سے انتہائی سنگین غلطی سرزد ہوگئی''۔

ربانی صاحب نے پاس رکھا گلاس اٹھا کر پانی پیا اور پھر مخاطب ہوئے ''جاوید چودھری کے نام سے کون واقف نہیں۔ معدودے چند اچھا لکھنے والوں میں ان کا نام آتا ہے۔ وہ بھی اکثر مذہبی موضوع چھیڑتے ہوئے غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایک کالم میں اسلام کی وسعت اور نرمی بتاتے ہوئے لکھا اگر کوئی کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا اشاروں سے پڑھے اور اگر اشاروں سے بھی نہیں پڑھ سکتا تو آنکھ کے اشاروں سے پڑھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہاتھ کے اشارہ پر آکر مسئلہ رک جاتا ہے، آنکھ کے اشاروں سے نماز نہیں ہوتی۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۴۶)

مسائل و فضائل

آپ کے مسائل اور ان کا شرعی حل!

مفتی عبدالباری صاحب
مفتی ورئیسِ دارالافتاء، جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت

مفتی عبدالباری صاحب جامعہ نصرۃ الاسلام کے قدیم استاد و نگران دارالافتاء ہیں۔ انہوں نے عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے درس نظامی کی تکمیل کی ہے اور علامہ بنوریؒ، ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید جیسے قدسی شخصیات کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا ہے اور علامۃ العصر مفتی اعظم پاکستان مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کی نگرانی میں تخصص فی الفقہ کیا ہے۔ آئندہ مفتی صاحب آپ کے مسائل اور ان کا شرعی حل کے عنوان سے مختلف دینی و فقہی سوالات کا جواب لکھیں گے۔ آپ بھی دینی و شرعی حوالے سے کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں تو سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے صفحات حاضر ہیں۔ یاد رہے کہ آپ کے سوالات مختصر ہوں، فضول طوالت سے گریز ہونا چاہیے۔ (ایڈیٹر)

خصوصی اشاعت برائے مسائل حج و قربانی......

سوال نمبر۱: محترم مفتی صاحب! چند مسائل آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں (۱) عورت پر حج کب فرض ہوتا ہے؟ (۲) اگر محرم کے بغیر حج کرے تو کیا فرض ادا ہوگا؟ ۔محمد افضل ہائی سکول چلاس ضلع دیامر

جواب: عورت کے پاس اتنی رقم ہو کہ اس کے اور محرم دونوں کے لیے آنے جانے کا خرچہ موجود ہو، محرم کے بغیر یا شوہر کے بغیر جانا جائز نہیں ہے، اگر محرم کے بغیر حج کرے گی تو فرض تو بہر حال ادا ہوگا البتہ سخت گناہ گار ہوگا۔ توبہ واستغفار کرنا ہوگا:

ومنها المحرم للمرأة شابية أو عجوزاً، اذا كانت بينها و بين مكة مسيرة ثلاثة ايام و تجب عليها النفقة و لراحلة فى مالها للمحرم للحج بها"(۱)

واللہ اعلم بالصواب

سوال نمبر۲: جس عورت کو ایام حج میں حیض آئے وہ حج کیسے ادا کرے؟ ۔محمد سلیم جونیئر پروگرامر قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی گلگت

جواب: ۔سوائے طواف فرض (زیارت) کے تمام ارکان ادا کرے، بعد طہارت کے طواف فرض ادا کرے اور طواف واجب، سنت ساقط ہونگے:

واذا حاضت المرأة عندالاحرام اغتسلت واحرمت و صنعت كما يضعه الحاج غير انها لا

تطوف بالبيت حتىٰ تطهر لحديث عائشة رضى الله عنها"(۲)

سوال نمبر۳: والدہ کے پاس اتنی رقم ہے جس سے ہم دونوں صرف مکہ شریف جاسکتے ہیں، مدینہ منورہ نہیں جاسکتے ہیں' کیا اس صورت میں والدہ کو لے کر حج پر جاؤں یا نہیں؟ عبدالمجید پڑی بنگلہ گلگت

جواب: اگر اسقدر روپے موجود ہیں کہ مکہ شریف تک آپ دونوں جاسکتے ہوں تو حج فرض ہے۔

" فرض الخ على حرّ الخ مكلف الخ ذى زاد راحلة".(۳)

سوال نمبر۴: عبدالسلام نے جس وقت حج کیا اس وقت غریب تھا' چند سال بعد صاحب نصاب ہو گیا، اب کیا اس سے حج پر جانا ہوگا؟ سائل: فقیر محمد ولد عزیز محمد ساکن چھموگڑھ کالونی گلگت

جواب: اس پر دوبارہ حج پر جانا فرض نہیں ہے فرض ادا ہو چکا ہے

" فرض الحج مرة لان سبب البيت واحد والزيادة تطوع"(۴). والله اعلم بالصواب

سوال نمبر۵: حج فرض ہونے پر فوراً حج ادا نہ کرنے پر گناہ گار ہوگا یا نہیں؟ عبدالعزیز کاشغری

جواب: تاخیر کرنے سے گناہ گار ہوگا پھر موت سے قبل ادا کرنے سے ادا ہوگا اور گناہ بھی ساقط ہوگا:

" ولذا اجمعوا انه لو تراخىٰ كان اداءً ويسقط عنه الاثم "(۵)

سوال نمبر۶: ہندہ کا شوہر فوت ہوا ہے۔ عورت عدت میں حج کو جاسکتی ہے یا نہیں؟ محمد قادر سکوار گلگت

جواب: عدت میں عورت حج کو نہیں جاسکتی ہے۔

" فلايجيب عليها باالحج سواء كانت عدة وفاتِ أو طلاق بائن أو رجعى".(۶)

سوال نمبر۷: دو بھائی اپنی مشترک میراث تقسیم کر کے الگ الگ ہو گئے' اس کے بعد اپنے اموال منقولہ کو مشترک رکھا اور غیر منقولہ غیر مشترک۔ کیا ان دونوں پر الگ الگ قربانی واجب ہوگی یا ایک دونوں کے لیے کافی ہے؟

جواب: ان دونوں پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہے(۷)

سوال نمبر۸: جس بکری اور گائے کا تھن خراب ہو' کیا ایسے جانور کی قربانی جائز ہے؟

جواب: گائے کے دو تھن بکری کا ایک تھن خراب ہو تو اس سے قربانی جائز نہیں ہے۔(۸)

سوال نمبر: کسی نے قربانی کی غرض سے بکرا پالا یا خریدا' اس کو تبدیل کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بکری اگر پالتو ہو یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی ہو تو اس کا بدلنا بہر حال جائز ہے اور اگر قربانی کی نیت سے خریدا ہو تو اس میں تین روایات ہیں

۱۔ غنی اور فقیر دونوں پر واجب نہیں۔

۲۔ دونوں پر واجب ہے غنی پر بقدر مالیت اور فقیر پر اسی جانور کی قربانی واجب ہے' یہ دونوں قول ظاہر الروایہ ہیں مگر ثانی زیادہ احوط ہے۔

۳۔ غنی کے لیے واجب نہیں فقیر کے لیے موجب ہے۔ لہذا غنی کے لیے مطلقا بدلنا جائز ہے اور فقیر کے لیے مطلقا جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر۹: جس جانور کے پیدائشی طور پر دونوں سینگ یا ایک نہ ہو یا بعد میں ٹوٹ گئے اور اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے البتہ اگر ایک سینگ بھی جڑ سے اکھڑ جائے تو جائز نہیں ہے۔

'قال العلامة ابن عابدین رحمة الله علیه(قوله یضحی بالجباء) هی التی لا قرن لها خلقةً و کذا العظماء التی ذهب بعض قرنها بالکسر اور غیره فان بلغ الکسر الی لمخ یم یجز"(۹)

سوال نمبر ۱۰: کیا اونٹ گائے' بکریاں اور بھیڑ کے علاوہ دیگر حیوانات مثلاً نیل گائے' بے پڑ' پالتو ہرن وغیرہ سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔منور شاہ ساکن بسین گلگت

الجواب: مذکورہ بالا جانوروں یعنی اونٹ گائے' بھینس' بکری' بھیڑ کے علاوہ کسی بھی جانور مثلاً نیل گائے' بے پڑ' پالتو ہرن وغیرہ سے قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ چونکہ اول الذکر منقول شرعی ہیں ان جانوروں سے حضور پاک ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے قربانی کی ہیں۔

' قال القدری: والاضحیة من الابل والبقرة والغنم لانها عرفت شرعاولا تنقل التضحیة بغیر ها من النبی ﷺ ولا بصحابه رضی الله عنهم(۱۰) واجمع العلماء علی انه لاتجزی الاضحیة بغیر الابل والبقرة والغنم" (۱۱)

حوشی وحوالہ جات

(۱) عالمگیری مصری' کتاب المناسک باب اول' ج /۱، ص/۲۷۲
(۲) هدایه' باب المتع' ج /۲، ص/۲۴۶
(۳) الدرالمختار علی هامش ردالحتار ج/۲، ص/۱۹۴
(۴) الدرالمختار' باب المتع' ج /۲، ص/۱۹۰
(۵) الدرالمختار' ج /۲، ص/۱۹۲
(۶) الدرالمختار' ج /۲، ص/۱۹۸
(۷) ردالمحتار ج /۵، ص/۲۰۰
(۸) ردالمحتار ج /۵، ص/۲۰۶
(۹) ردالمحتار ج /۵، ص/۲۰۵
(۱۰) الهدایة ج /۴، ص/۱۶۴۔/ فتاوی محمودیه ، ج/۱۴، ص/۳۴۹
(۱۱) شرح نووی ج /۲، ص/۱۶۴، المغنی لابن القدامة ج /۱۱_ص/۹۹۰

اخبار و آثار

رپورٹ

جامع مسجد میں مجلسِ ختمِ قرآن کی مختصر روئیداد

مرتب: ابن شہزاد حقانی رایڈیٹر ''سہ ماہی نصرۃ الاسلام گلگت''

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۵ اگست ۲۰۱۲ء کو گلگت بلتستان کی مرکزی جامع مسجد گلگت میں ایک عظیم الشان پروگرام ''ختمِ قرآن'' کے عنوان سے منعقد ہوا۔ سنوات ماضیہ کی طرف امسال بھی ختم قرآن کی باوقار مجلس میں شہر گلگت اور اس کے مضافات سے ہزاروں لوگوں نے بڑی عقیدت سے شرکت کی۔ یہ مبارک مجلس رات ۲ بجے اختتام کو پہنچی۔ رئیس الجامعہ و خطیب مرکزی جامع مسجد مولانا قاضی نثار احمد صاحب نے اختتامی خطبہ ارشاد فرمایا اور ایک رقت آمیز دعا کروائی۔

ختم قرآن کے بابرکت مجلس کی مختصر جھلکیاں

☆...جامع مسجد میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنانے کی سعادت حافظ مولانا محمد نعمان مدنی صاحب نے حاصل کی۔

☆...ختم قرآن کی باوقار مجلس نماز تراویح کے فوراً بعد شروع ہوئی۔

☆...ختمِ قرآن کی بابرکت محفل میں اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مرکزی جامع مسجد کے امام جناب قاری مظفر الدین صاحب نے انجام دیئے، قاری صاحب درمیان درمیان میں اپنے خیالات بھی حاضرین سے شیئر کرتے جاتے۔ ان کی گفتگو بڑی دلچسپ ہوتی۔ اور پروگرام کے حوالے سے اہم اعلانات بھی فرماتے جاتے۔

☆...تلاوت قرآن کی سعادت بھی مولانا محمد نعمان مدنی صاحب کو نصیب ہوئی۔

☆...مختلف حفاظ بچوں اور نعت خواں حضرات نے حمد و نعت، اور اسلامی نظمیں پیش کیں۔

☆...احقر راقم الحروف نے مجمع عام سے اپنی معروضات پیش کی جو کہ مختصراً درج کی جاتیں ہیں

قرآن کی عظمت اور رمضان المبارک کے فضائل و مسائل کے بارے میں تو جید علماء کرام اور حضرت قاضی صاحب ہی آپ حضرات کی خدمت میں تفصیلی بیانات فرمائیں گے۔ مجھ ناچیز کو حکم ملا کہ میں اپنے دل کے خیالات آپ سے شیئر کروں، میرے دوستوں! میں لمبی بات نہیں کروں گا، میں آج آپ حضرات کی خدمت عالیہ میں ایک چھوٹی سی درخواست پیش کرونگا اس امید کے ساتھ کہ آپ میری اس درخواست پر سنجیدگی سے غور کریں گے۔ میں آج بالخصوص نوجوانوں سے مخاطب ہوں اور ان حضرات سے بھی جو ذمہ دار ہیں۔ آپ کی خدمت میں ایثار و قربانی کی چند ایک مثالیں بیان کر کے آپ سے بھی استدعا کروں گا کہ آپ بھی اپنے اندر قربانی کا جذبہ پیدا کریں۔ میرے محترم بھائیو! آج امت کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ آج دھرتی عزیز کا ماحول و حالات آپ سے تین قسم کی قربانیوں کا متقاضی ہیں۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ آپ کو کئی قسم کی قربانیاں دینی ہونگیں۔ میں آپ کے تین قسم کی قربانیوں کی مثالیں بیان کرونگا، ہر قربانی کے لیے اسلام کی شاندار تاریخ میں ایک امام موجود ہے۔ ایک قربانی وہ ہے جو مسلمانوں کا عظیم سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دی ہے۔ دوسری

قربانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے اور امام الانبیاء سید المرسلین کے نواسے حضرت حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کے مقابلے میں امت مسلمہ کو انتشار سے بچانے اور ایک پلیٹ فارم میں جمع کرنے کے لیے دی ہے۔ اور ایک قربانی حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے دی ہے۔ اگر ہم انتہائی غور سے حالات کا جائزہ لیں تو ان تینوں قسم کی قربانیاں ملت محمدیہ کو درپیش ہیں، جب تک ہم ان عظیم قربانیاں نہیں دیں، تب ممکن نہیں کہ ہمارا بکھرا ہوا شیرازہ اکھٹا ہو جائیے۔

☆... میرے دوستو! اکابر علماء کرام اور اصحاب علم کی موجودگی میں عرض کر رہا ہوں کہ حضرت خالد بن ولید کی قربانی سے ہمیں یہ پیغام ملتا ہے کہ حالت جنگ میں اگر کسی کو معزول کیا جائے یعنی عہدے اور منصب سے ہٹائے جائے تو اس کو خوش دلی سے قبول کریں اور ماتھے پر شکن تک نہ آئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد ان کے الفاظ تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ انہوں نے کیا خوب فرمایا کہ "اگر میں عمرؓ کے لیے میدان جنگ میں دشمنان اسلام سے برسرپیکار تھا تو اب نہیں لڑونگا اور اگر میں خدائے ذوالمتین کی رضا و خوشنودی کے لیے لڑ رہا تھا تو میرے جوش و جذبے میں کوئی فرق نہیں آئے گا"۔ اس بات کی تاریخ گواہ ہے کہ اس مرد حر کے شوق شہادت اور جذبہ جہاد میں کوئی فرق نہیں آیا۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ ایمانداری سے بتاؤ کہ کیا اتنے بڑے عہدے سے یوں الگ ہونا ممکن ہے؟ یقیناً جواب نفی میں ہی ہوگا۔ مسلمانوں کے کمانڈر انچیف، مجاہدین کے سالار اعلیٰ، قائد عساکر جناب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دوران جنگ ایک تن تنہا آدمی معزولی کا اور حضرت ابوعبیدہؓ کی تقرری کا پروانہ تھمادے تو عظیم رہنماء قائد عساکر جناب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بخوشی اس کو قبول کریں اور فرمائے کہ "اگر میں عمرؓ کے لیے میدان جنگ میں دشمنان اسلام سے برسرپیکار تھا تو اب نہیں لڑونگا اور اگر میں خدائے ذوالمتین کی رضا و خوشنودی کے لیے لڑ رہا تھا تو میرے جوش و جذبے میں کوئی فرق نہیں آئے گا"۔

میرے دوستو! ایک قربانی حضرت اما حسنؓ سردار نوجوانان بہشت نے دی ہے۔ وہ قربانی بھی کسی قربانی سے کم نہیں۔ آج امام حسن رضی اللہ عنہ کے جذبے صادق کی ضرورت ہے۔ حضرتؓ نے ایک ایسی قربانی دی جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ وہ نواسہ رسولؐ، جگر گوشہ بتولؓ، ان کے ساتھ شرعی دلائل ہیں، کبار صحابہؓ ہیں، عاشقان علیؓ کی تلواریں ہیں، قرن اول کے مسلمانوں کی جذباتی وابستگی ہے، ایک بڑی تعداد ان کے ہاتھ پر بیعت ہے اور وہ خلیفہ راشد، مگر امت مسلمہ کو خون خرابے سے بچانے کے لیے خلافت سے دستبرداری کی قربانی دی، کیا ایسے سازگار حالات میں کوئی ایسی عظیم قربانی دے سکتا ہے؟ یقیناً نہیں...انہوں نے تو اپنے نانا جان کی پیش گوئی کی لاج رکھی ہے۔ پیارے حبیبؐ نے فرمایا تھا، کہ "ان ابنی ھذا سید، لعل اللہ ان یصلح بین فئتین من المسلمین" میرا یہ بیٹا رہنما ہے، سردار ہے، کیا عجب ہے کہ رب کائنات اس (حضرت حسنؓ) کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت کرادیں۔ کیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نام لیوا ایسی قربانی پیش کر سکتے ہیں؟۔

محترم علماء کرام اور میرے قابل قدر حضرات! انسانی تاریخ میں ایک قربانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ نے دی ہے۔ حضرت جب مدینہ منورہ کے گورنر تھے تو وہ نفاست پسندی، مخصوص مذاق، چال ڈھال اور روزمرہ کی زندگی میں بلکل الگ تھلگ تھے۔ نوجوانوں میں ان کے فیشن کا چرچا ہوا کرتا تھا، لوگ اس کو قابل تقلید سمجھتے تھے۔ سیرت کی کتابوں میں یہ لفظ آتا ہے کہ "المشیۃ العمریہ" اس نام سے اس زمانے میں لوگ ان کی طرز زندگی کو جانتے تھے، وہ اعلیٰ اور قیمتی کپڑے پہنتے تھے، مگر جب وہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے تو اس سب کچھ کو ترک کرڈالا۔ انہوں نے اپنے اور اپنے رشتہ داروں کو جاگیریں بیت المال کو لوٹادیں۔ سرکاری مال کے حوالے سے ان کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ سرکاری شمع تک اپنے ذاتی کام کے لیے استعمال

میں نہیں لاتے تھے۔ آپ ان کی سیرت کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد ان زندگی عظیم قربانیوں سے تعبیر ہے۔

میرے دوستو! پوری انسانی تاریخ ایسی عظیم قربانیوں کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اے کاش میری باتیں آپ کو سمجھ میں آئے۔ ہے کوئی میرے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو عملی جامہ پہنائے۔ ہے کوئی جو اپنے ان عظیم انسانوں کی روشن مثالوں کو زندہ کریں؟۔ اس محفل بابرکت میں اکثریت نوجوانوں کی ہے۔ اور میں آج اپنے آپ سے، اپنے نوجوان بھائیوں سے مخاطب ہوں اور انتہائی دلبرداشتہ ہوکر میرے دل میں ٹیسیں اٹھتی ہیں اور دل و دماغ بیک وقت پکار اٹھتے ہیں کہ ''کوئی ہے جو مسلمانوں کی بگڑی تقدیر کو سامنے رکھیۓ؟' ہم سے بے شمار غلطیاں ہوئی ہیں' ہم مزید غلطیوں کے متحمل نہیں ہیں' ہماری مزید غفلت' انا' نفسانیت' علاقائی اور طبقاتی عصبیت' جذباتی نعرے' ذاتی مفاد پرستی' تفرقہ بازی' انتشار وافتراق' اختلاف و جھگڑا اور اپنی اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد ملک وملت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دے گا۔ ہے کوئی جوان تمام مفادات سے ہٹ کر ملت کے مفاد کی بات کرے اور ملک وملت کے مفادات کو مقدم سمجھے؟ کیا اتنا بھی ممکن نہیں کہ چند ہی ایام کے لیے اختلافی مسائل وذاتی مفادات اور گروہی جذبات اور مسلکی نعروں سے بالائے طاق ہوکر ''ملی'' مفادات کے لیے مکمل ایثار وللّٰہیت سے کام کیا جائے؟۔

میرے دوستو! میں اتفاقیہ طور پر یہاں آیا تھا' حضرت قاضی صاحب اور دیگر علماء کرام کا حکم تھا کہ میں آپ کے سامنے چند باتیں عرض کروں۔ سو جو کچھ میرے ذہن میں تھا آپ کے سامنے رکھ دیا۔ میں شکریہ ادا کرتا ہوں پروگرام کے منتظمین کا کہ انہوں نے مجھ ناچیز کو اس قابل سمجھا کہ میں آپ سے مخاطب ہوں اور آپ حضرات کا بھی کہ آپ نے یکسوئی سے میری بات سن لیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کردار کے غازی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس کے بعد مولانا رئیس صاحب نے فضائل رمضان' عظمتِ قرآن اور حالات حاضرہ پر ایک تفصیلی خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب کے آخر میں میری تقریر کو موضوع بحث بناتے ہوئے فرمایا کہ ''میں بھی جناب حقانی بھائی کی باتوں کی تائید کرتا ہوں' انہوں نے قربانی کی بات کی ہے جو واقعی وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔'' پھر مولانا رئیس صاحب نے فلسفہ قربانی اور صحابہ کرام بالخصوص صدیق اکبرؓ کی لازوال قربانیوں کا تفصیلی جائزہ لیا اور ان کو اپنا پیشوا ومقتدا بنانے کی اپیل کی۔ مولانا عطاء اللہ ثاقب کی رہائی کا پرزور مطالبہ کیا اور قاضی نثار احمد تائید ونصرت کے لیے عوام الناس سے گزارش کی جس پر تمام مجمع نے لبیک کا نعرہ لگایا۔

☆...اس کے بعد مولانا حافظ محمد نعمان مدنی نے حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت فیوضہم کے انداز میں حاضرین مجلس سے ایک طویل گفتگو کی' سارا مجمع ہمہ تن گوش ہوکر اس کی بات سن رہا تھا اور دل ہی دل میں داد بھی دے رہا تھا۔ مولانا مدنی صاحب نے درس نظامی مولانا طارق جمیل صاحب کے مدرسے سے پڑھا ہوا ہے۔ تبلیغ کے موضوع پر ان کی تقریر بڑی دلنشیں تھیں۔

☆...حافظ عمر فہد (طالب علم جامعہ نصرۃ الاسلام) نے حمد باری تعالیٰ سے دلوں کو گرمادیا۔

☆...معروف شاعر حفیظ شاکر کے بیٹے شاکر حفیظ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور قرآن کریم کی شان ومنقبت پر شینا زبان میں ایک خوبصورت نظم پیش کیا' ختم قرآن کی مجلس لوٹ لی' اپنے مخصوص انداز میں جب انہوں نے پڑھنا شروع کیا تو حاضرین مجلس اور مہمان علماء کرام جھوم اُٹھے۔ حاضرین مجلس کے اصرار پر انہوں آخیر پروگرام بھی ایک اور نظم شینا زبان میں سنائی اور قاضی نثار احمد پر بھی چند اشعار پڑھ کر خوب داد پائی۔ انہوں نے بہت ہی خوبصورت پڑھا۔

☆...جماعت اسلامی گلگت بلتستان کے مرکزی امیر جناب مولانا عبدالسمیع صاحب بھی اپنے رفقاء سمیت محفل ختم

قرآن میں تشریف لائے اور آخر محفل تک بیٹھے رہے۔ اور انہوں نے حالات حاضرہ اور لوکل حکومت کے ظالمانہ و جابرانہ انداز کی خوب مذمت کی بھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ''2005ء کے امن معاہدہ اور حالیہ ضابطہ جس پر فریقین کے دستخط ہیں کو فوری عملدرآمد کروایا جائے۔ اہل سنت عوام کو دیوار سے لگانے والی پالیسوں کو ترک کیا جائے اور انتظامی پیکج کو ختم کر کے فوراً سب کے لئے قابل قبول پیکج دیا جائے۔ مولانا عبدالسمیع صاحب نے حکومت اور پولیس پر زور دیا کہ معاہدے کے تحت 16 M.P.O کے تحت گرفتار عالم دین مولانا عطاء اللہ ثاقت کو فی الفور رہا کریں اگر مولانا کو رہا نہ کیا گیا تو تمام تر ذمہ داری انتظامیہ پر ہوگی۔

☆... قاری شمس الحق بسین والے نے ایک خوبصورت نظم سے محظوظ کرایا۔

☆.. شاکر حفیظ نے دوبارہ شینا زبان میں نظم پڑھ کر حاضرین کے دلوں کو گرمادیا۔

☆... مولانا مدنی صاحب رمضان المبارک کے حوالے سے خصوصی نظم پیش کی۔

☆... آخر میں رئیس الجامعہ کا خطاب ہوا اور آخر میں دعا کے بعد مجلس ختم ہوئی۔

رئیس الجامعہ کے خطاب کی ہلکی ہلکی جھلکیاں کچھ یوں تھیں......

☆ خطبہ مسنونہ کے بعد عظمت قرآن کے حوالے سے آیت مبارک اور حدیث شریف تلاوت کی۔

☆ مجموعہ عام کا شکریہ ادا کیا کہ وہ رات کے ۲ بجے تک جم کر جلسے میں بیٹھے رہے۔

☆ قرآن کریم کے فضائل و مسائل پر گفتگو کی اور کہا کہ مجھ سے پہلے علماء کرام تفصیل سے بات کر چکے ہیں بالخصوص مولانا عبدالسمیع (جماعت اسلامی گلگت) نے میرا آدھا بوجھ کم دیا ہے، میں ان کا اور سب علماء کرام کا اس طرح مل جل کر کام کرنے پر دل سے مشکور ہوں،

☆ گلگت بلتستان کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ یہاں موجودہ و ماضی کے حالات کی وجہ سے مذہبی طبقات کافی بدنام کیے جاچکے ہیں۔

☆ ہم نے بے گناہ جانوں کو تڑپتے دیکھا' ظلم کا راج ہے' ظالم اور مظلوم کا فرق مٹ چکا ہے۔

☆ 2005ء کے بعد ہم مشکل حالات سے گزر رہے ہیں۔ انہی حالات سے نمٹنے کے لیے 2005ء کا امن معاہدہ فریقین کی رضامندی سے تیار کیا گیا' اس میں دونوں فریقین کے علاوہ گلگت بلتستان اسمبلی کے تمام ذمہ داروں اور اراکین پارلیمنٹ کے دستخط موجود ہیں اور اس وقت کے صدر پاکستان سے بھی اس کی توثیق کروائی گئی مگر شومئی قسمت کہ اب تک اس پر عملدرآمد نہیں کروایا جارہا ہے۔

☆ شریعت اسلامی کے اندر معاہدوں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے جو معاہدوں کی خلاف ورزی کرتا ہے ان کے خلاف قرآن کریم میں سخت وعیدیں آئی ہیں اور جو بھی فریق معاہدے پر عمل نہیں کرتا وہ خسارے میں ہوتا ہے۔

☆ 2005ء کا امن معاہدے پر سنجیدگی اور خلوص نیت سے عملدرآمد کروایا جاتا تو ہمیں آج یہ حالات نہ دیکھنے پڑتے۔

☆ خدا ہم سب کی حفاظت فرمائے اور رمضان المبارک کے بقیہ ایام میں زیادہ سے زیادہ عبادات کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ رات کے آخری پہر رئیس الجامعہ نے ایک رقت آمیز دعا کروائی اور پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ الحمد للہ

....

تبصرہ وتعارفِ کتب

مبصر: امیر جان حقانی، لیکچرر فیڈرل گورنمنٹ ڈگری کالج جوٹیال گلگت، گلگت بلتستان

نوٹ: تبصرے کے لئے کتاب/میگزین کی دو عدد کاپیاں ارسال کرنا ضروری ہے۔ ادارہ

کتاب کا نام: حُسنِ انتخاب

مؤلف: مولانا عماد الدین محمود

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ کے۔پی۔کے

سن اشاعت اول: مارچ 2012ء/ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

ضخامت: ۱۸۲ صفحات

زیر نظر کتاب دراصل مولانا عماد الدین محمود صاحب کی مطالعہ اور اس مطالعہ دوران نوٹ کئے گئے دلچسپ واقعات اور سبق آموز حکایات اور اقوال زریں کا مجموعہ ہے۔ مطالعہ کی اہمیت قدیم دور سے مسلم ہے۔ جس کو بھی مطالعہ کی عادت پڑ گئی وہ سرخرو ہوتا ہے۔ اور اگر یہ مطالعہ معیاری اور مستند کتب کا ہو تو دین دنیا کی بھلائی ہے اور یہ عبادت اور امت کی نفع رسانی کا سبب بن جاتی ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے کافی ساری مستند اور معیاری کتابوں کا نہ صرف مطالعہ کیا ہے بلکہ اہم اور دلچسپ واقعات، دل آویز اور مفید باتیں نوٹ کر کے اس کتاب کی بنا رکھی ہے۔ یہ کوئی نہیں روایت نہیں بلکہ ہمارے اکابر اس طرح کرتے آئے ہیں۔ مفتی تقی عثمانی صاحب کی کتاب تراشے اور مولانا ابن الحسن عباسی کی کتاب کتابوں کی درسگاہ میں بھی اس قبیل کی کتابیں ہیں۔ اس کتاب کو بغور دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف نے کافی عرق ریزی سے مرتب کی ہے۔ ادب عربی اور اردو کی اچھی کتب سے معلومات جمع کی گئی ہیں۔ یہ ایک مفید اور علمی، ادبی اور تاریخی مجموعہ ہے۔

کتاب کا نام: منزل کی تلاش　مؤلف: مولانا عطاء اللہ شہاب

ناشر: دارالکتاب، کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

سن اشاعت: جنوری 2005ء　قیمت: 140 روپے

منزل کی تلاش اپنے موضوع پر انوکھی کتاب ہے۔ یہ سرگزشت ہے ان سیاسی و مذہبی رہنماؤں کی جنہوں نے وادی بے آئین گلگت بلتستان کی شناخت اور وادی جنت نظیر کشمیر کے ساتھ شمالی علاقوں کی تاریخی وثقافتی اور مذہبی اور آئینی وقانونی اور جغرافیائی اتحاد واشتراک اور اٹوٹ انگ اور شہ رگ کا رشتہ تلاش کرنے کے لیے تگ ودو کی ہیں۔

یہ کتاب روئیداد ہے گلگت بلتستان (سابق شمالی علاقہ جات) کے تمام سیاسی و مذہبی اور قوم پرست پارٹیوں کے اتحاد و اشتراک سے بنی جی بی این اے (گلگت بلتستان نیشنل الائنس) کی اس جدوجہد کی جو انہوں نے دو نکاتی ایجنڈے پر اتفاقیہ طور پر کی ہیں۔ اس میں دو رائے نہیں کہ گلگت بلتستان کی اہل سنت عوام کی اکثریت اس ایجنڈے سے متفق نہیں ہے اور اہل سنت

عوام کی نمائندہ جماعت "تنظیم اہل سنت والجماعت گلگت بلتستان وکوہستان" نے روز اول سے اس ایجنڈے سے بھرپور اختلاف کیا ہے اور کھل کر اپنے خدشات واشکالات اور پالیسی کا اظہار بھی کیا ہے۔ باوجودیکہ جی بی این اے میں اہل سنت عوام رہنماؤں کی ایک معقول تعداد شامل رہی ہے۔ بلکہ چیئرمین شپ اور وائس چیئرمینی بھی اہل سنت کے حصے میں آئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے گلگت بلتستان کی تاریخی اور تاریکی حیثیت کھل کر نظر آتی ہے۔ عمیق نظر سے کتاب کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اگر کشمیر پاکستان کا شہ رگ ہے تو گلگت بلتستان کشمیر کا شہ رگ ہے۔ یہ کتاب گلگت بلتستان کے نامور قلم کار، مفکر، عالم دین، خطیب، کتاب دوست انسان اور علاقائی وملکی حالات وسیاسیات پر نظر رکھنے والے عالم دین مولانا عطاء اللہ شہاب صاحب کے قلم معجز رقم کی تراوش ہے۔ انہوں نے بے حد خوبصورتی سے وفاق میں دھرتی بے آئین کا مقدمہ پیش کیا ہے۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ حالیہ دنوں میں مولانا موصوف نے گلگت بلتستان کی آئینی وجغرافیائی اور تاریخی حیثیت کے حوالے سے کچھ ایسے اخباری بیانات دیے جس اہل سنت عوام کو تو مایوسی ضرور ہوئی البتہ اپنی کتاب میں بیان کردہ اپنے مؤقف سے بھی واضح انحراف نظر آرہا ہے۔ مولانا نے گلگت بلتستان کے متنازعہ علاقوں کو پاکستان کا باقاعدہ پانچواں صوبہ بنانے کی واضح حمایت کی اور کھل کر اس امر کا اعلان بھی کیا۔ یہ مؤقف گلگت بلتستان کے کسی بھی اہل سنت پارٹی وآدمی کا نہیں، اگر چہ ایک مخصوص سیاسی مکتبہ فکر اس آس میں جی رہا ہے اور وقت بے وقت اس کا راگ بھی الاپ رہا ہے۔ مولانا شہاب ایک منجھے ہوئے سیاستدان ہیں، انہوں نے وقتی ضرورتوں اور مصلحتوں کی بنا پر یہ اعلان کیا ہوگا، ورنہ نہ جمعیت علمائے اسلام گلگت بلتستان کا یہ مؤقف ہے نہ مرکزی قیادت وپارٹی کا یہ مؤقف ہے۔

گلگت بلتستان کے حوالے سے مجھے ذاتی طور پر پاکستان کے نامور سیاسی ومذہبی لیڈروں کو سننے کا موقع ملا ہے۔ میں برملا کہہ سکتا ہوں کہ ان علاقوں کی علاقائی، ملکی اور بین الاقوامی حیثیت سے جو واقفیت قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان کو ہے وہ کسی کو نہیں۔ غالباً 2010ء میں کراچی یونیورسٹی کے آڈیٹوریم ہال بحیثیت چیف گیسٹ مولانا نے کشمیر، گلگت بلتستان، پاکستان اور اقوام متحدہ کی گزشتہ ساٹھ سالہ کارکردگی کو بیان کیا تھا اور اس متنازعہ علاقے کا جو حل پیش کیا تھا وہ نہ کسی سیاسی رہنماء کی بس کی بات ہے نہ ہمت۔ مجھے امید ہے کہ مولانا شہاب صاحب جلد اپنے اس مؤقف سے برأت کا اظہار کریں گے۔ بہر صورت "منزل کی تلاش" میں آپ کو بہت کچھ ملے گا۔ اگر بنظر غائر اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو گلگت بلتستان کی محرومیوں میں اپنوں کی ریشہ دوانیاں بھی نظر آئیں گی اور غیروں کی خرمستیاں بھی۔ علاقے کی سیاسی قیادت کی سستی، نااہلی اور وفاقی قیادت وحکمران طبقے کی بدنیتی اور آفسر شاہی کی ستم کاری اور اہلیان کشمیر اور ان کی عوامی وسیاسی سیادت کی بے مروتی اور ہر دور کے کشمیری حکام کا دوغلا پن بھی نظر آئے گا۔ کتاب کا انتساب بہت ہی نرالا ہے لو آپ بھی ملاحظہ فرمائے۔ "ہمالیہ، قراقرم اور ہندوکش کے دامن میں بسنے والی "نئی نسل" کے نام! جن سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں"۔ تو اس کتاب کا مطالعہ پیروں کے ساتھ جوانوں کو بھی کرنا ہوگا اور جوانوں میں مرد وزن کی کوئی تمیز نہیں۔ ہر ایک خوشے سے مئے کشید کر سکتا ہے۔

کتابچے کا نام: القاسم قلم وقرطاس نمبر زیر سرپرستی: مولانا عبدالقیوم حقانی

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ کے۔ پی۔ کے

اشاعت: ۲۱۰۲ء ضخامت: ۱۷۶ صفحات

قلم وقرطاس ماہنامہ القاسم کی انیسویں خصوصی اشاعت ہے۔ اس خصوصی نمبر میں اہل علم وادب کے مضامین کی ایک لمبی

فہرست ہے۔ مولانا عبدالقیوم حقانی کی قلمی کاوشوں پر بھی کافی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ملک عزیز میں اسلامی ادب دم توڑتا جارہا ہے۔ ترقی پسند مصنفین اور ادباء ادب کے نام پر نوجوانوں کی بے راہ روی کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں۔ اوران کا پلہ کافی بھاری ہے۔ سرکار کا تعاون بھی حاصل ہے اور میڈیا کا بھی۔ ایسے تعفن زدہ ماحول میں دینی ادب کی آبیاری لازم ہوجاتی ہے۔ قلم وقرطاس نمبر اس حوالے سے کافی مفید ہے جس میں تحریر، کتاب، ادب اور قلمی کاوشوں میں ایک پیش رفت کی عکاسی کی گئی ہے۔ ماہنامہ القاسم کی اس خصوصی اشاعت کے مطالعہ کے بعد کتاب کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے اور کتاب دوستی کا شوق پیدا ہوجاتا ہے۔

رسالے کا نام: سہ ماہی نوائے انوار کراچی زیر سرپرستی: مولانا منظور احمد مینگل صاحب مدظلہ
نگران اعلیٰ: مولانا شفیق الرحمان صاحب گلگتی مدیر: مفتی صباح الدین عذری
معاون مدیر: مولانا محمد سلمان ناشر: شفیق الرحمان گلگتی
مطبع: آرٹ ورلڈ

ہمارے سامنے ''سہ ماہی نوائے انوار کراچی'' کا پہلا مجلّہ موجود ہے۔ یہ مجلّہ بالخصوص جامعہ انوار العلوم شاد باغ ملیر کا ترجمان ہے اور بالعموم تمام مسلمانوں کا۔ ۵۲ صفحات پر مشتمل یہ مجلّہ دینی صحافت میں ایک مثبت پیش رفت ہے۔ متنوع دینی مضامین ہیں، مفتی صباح الدین (مدیر مجلّہ) کے قلم سے جامعہ انوار العلوم کا تعارف، منہج فکر خوبصورت پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ جامعہ انوار العلوم اور اس کے ذیلی اداروں کی تصویری جھلکیاں بھی نظر آرہی ہیں۔ چونکہ ''سہ ماہی نوائے انوار'' کے نگران اعلیٰ اور مدیر صاحب دونوں کا تعلق گلگت بلتستان سے ہے اور جامعہ انوار العلوم کراچی بھی کراچی میں گلگتیوں کا ادارہ سمجھا جاتا ہے، باوجودیکہ اس مجلّے میں گلگت بلتستان کے حوالے سے کوئی تحریر موجود نہیں ہے۔ ہماری طالب علمانہ گزارش ہے کہ مجلّے کا آدھا حصہ گلگت بلتستان کے سماجی، رفاہی و دینی واصلاحی خدمات کے لیے مختص کیا جانا چاہیے۔ گلگت بلتستان کے علماء وفضلاء جہاں کہیں بھی خدمات انجام دیں ان کا اجمالی ذکر کیا جانا چاہیئے، گلگت بلتستان کے دینی اداروں کی خدمات، علماء کرام کی سماجی، رفاہی، دینی و تحقیقی اور علمی خدمات کو فراخدلی سے پیش کیا جانا چاہیے۔ بالخصوص اہل سنت کے ساتھ ارباب حل وعقد کی طرف سے کیا جانا والا ناروا سلوک کو بھی ببانگ دہل بیان کیا جانا چاہیے۔ اور جتنا ممکن ہو سہ ماہی نوائے انوار کو گلگت بلتستان کے کونے کونے تک پھیلانا چاہیے۔ گلگت بلتستان سے دینی، اصلاحی اور تحقیقی وادبی رسالے کے اجراء کا اولین سہرا جامعہ نصرۃ الاسلام کے نام جاتا ہے۔ اور گلگت بلتستان سے متعلق دینی رسالوں کی بھی کوئی بہتات نہیں، سہ ماہی خیر کثیر لاہور، جو کہ مولانا حبیب اللہ راشدی (بلتستانی) کی ادارت وانتظام اور ناچیز کی معاونت سے جامعہ علی المرتضیٰ گوجر خان سے نکلتا تھا۔ کچھ مدت سے بحران کا شکار ہے۔ اور ماہنامہ شہاب مولانا عطاء اللہ شہاب اور راقم تحریر کی ادارت سے گلگت سے شائع ہوتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مذکورہ مجلّات کے مابین ایک بہترین رابطہ قائم کرکے، بروقت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق دینی صحافتی کام کو آگے لے جانے کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں ان تمام رسائل کے درمیان ہم آہنگی کے لئے سہ ماہی نوائے انوار کے ارباب وذمہ دار ''پل'' کا کردار ادا کرسکتے ہیں۔ بہر صورت اولین مجلّے کے مضامین دلچسپ ہیں، فضائل رمضان پر انوار العلوم کے فضلاء کے مضامین بھی معلومات افزا ہیں۔ مجلّے کا سائز اگر تھوڑا بڑا رکھا جائے تو مناسب ہے۔ اور ڈیزائننگ اور پیج میکنگ بھی کسی ماہر سے کروایا جائے تو بہتر ہے تاکہ باطنی حسن کے ساتھ ظاہر حسن بھی ہو۔

اخبار وسرگرمیاں

جامعہ نصرۃ الاسلام کے شب وروز

انچارج: مولانا حبیب اللہ دیدار　　ترئین وترتیب: ابن شہزاد حقانی

8 جولائی 2012ء / جامعہ کے اساتذہ کا شکیوٹ کی جامع مسجد کے تعمیراتی کا معائنہ

جولائی 2012ء کو جامعہ کے اساتذہ مولانا قاری خلیل صاحب، قاری عبدالوہاب صاحب ناظم الامور اور سہیل صاحب (ڈرائیور جامعہ) نے شکیوٹ کی جامع مسجد کے تعمیراتی کا جائزہ لیا۔ نائب مہتمم قاری خلیل الرحمان صاحب نے مسجد کا کام کرنے والے مستریوں، مزدوروں اور اہل محلہ کا خصوصی شکریہ ادا کیا اور انہیں اس کارخیر پر دعائیں دیں۔ ان کے لئے خورونوش کے لئے چیزیں پیش کی، اہل محلّہ نے بھی پرتکلف کھانے کا انتظام کیا۔ یاد رہے کہ جامع مسجد شکیوٹ کے تعمیراتی کام زور وشور سے جاری ہے۔ اس حوالے سے اہل خیر حضرات سے تعاون کی خصوصی درخواست ہے۔ یہ تعمیراتی کام اہل خیر حضرات کے تعاون سے جامعہ نصرۃ الاسلام کے زیر اہتمام ہو رہا ہے۔

11 جولائی 2012ء / جامعہ کے اساتذہ کا گلاپور میں مفتی زاہد عبدالشاہد کی ولیمہ میں شرکت

11 جولائی 2012ء کو جامعہ کے اساتذہ مولانا قاری خلیل احمد صاحب، مفتی عبدالباری صاحب، مولانا قاری عبدالعظیم صاحب، مولانا خلیل الرحمان صاحب، قاری عبدالوہاب صاحب، مولانا امیر جان حقانی صاحب (استاد جامعہ نصرۃ الاسلام، ایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلام ولیکچرر فیڈرل گورنمنٹ ڈگری کالج گلگت) جامعہ کے محافظ حاجی مرجان صاحب اور ڈرائیور جناب سہیل صاحب نے گلاپور میں مفتی زاہد عبدالشاہد کی ولیمہ میں خصوصی شرکت کی۔ جامعہ کے اساتذہ نے شکیوٹ میں ایک جنازہ میں بھی شرکت کی، وہاں سے گلاپور چلے گے۔ جب جامعہ کے اساتذہ وہاں پہنچے تو اِقراء روضۃ الاطفال کے استاد مولانا قاری منظور صاحب، مفتی زاہد عبدالشاہد، برادرم معاذ اور عزیزی عکاشہ نے ان کا بھرپور استقبال کیا اور انہیں ولیمہ ہال تک پہنچایا۔ جامعہ محمدیہ اسلام آباد کے دارالافتاء کے نگران مفتی سیف الدین صاحب نے بھی اپنے معزز مہانوں کو خوش آمدید کہا اور ان سے فرداً فرداً ملے۔ یاد رہے کہ مفتی زاہد عبدالشاہد جامعۃ الرشید کراچی کے استاد ہیں جبکہ ان کی اہلیہ محترمہ فوزیہ زاہد صاحبہ جامعہ عائشہ صدیقیہ للبنات گلگت سے امسال (۲۰۱۲ء) کو درجہ عالمیہ سال اول پڑھ چکی ہے اور جامعہ کی ممتاز طالبہ رہی ہے۔ اور ہمیشہ اپنے کلاس اور جامعہ میں شرف اول حاصل کرتی رہی ہے۔ ایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلام نے زوجین کو خصوصی مبارک باد دی اور نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ اور ہدایا پیش کی۔

20 جولائی 2012ء / جامعہ میں دورہ تفسیر کا آغاز

20 جولائی 2012ء کو جامعہ میں دورہ تفسیر کا آغاز کیا گیا۔ گزشتہ سال کی طرح امسال بھی جامعہ میں دورہ تفسیر کا اہتمام کیا گیا، دورہ تفسیر کے ابتدائی ۱۵ پارے جامعہ کے ناظم تعلیمات مولانا خلیل الرحمان داریلی صاحب اور آخری ۱۵ پارے مولانا بشیر احمد صاحب (استاد الحدیث جامعہ ہذا) پڑھائے۔

اگست 2012ء / مولانا حبیب اللہ دیدار کی بحیثیت نمائندہ مدرسہ کراچی روانگی

اگست 2012ء کو مولانا حبیب اللہ دیداری نے بحیثیت نمائندہ جامعہ کے کراچی روانہ ہوئے۔ وہاں کئی دن کی قیام کے بعد اخیر رمضان میں گلگت آئے۔ انہوں نے اہل خیر حضرات سے معاونت کی درخواست کی اور جامعہ کے خصوصی معاونین سے ملاقاتیں کی۔ گلگت شہر میں بھی جامعہ کے دیگر اساتذہ بالخصوص نائب مہتمم قاری خلیل الرحمان صاحب، قاری وہاب صاحب، مولانا خلیق الرحمان صاحب، قاری عبدالعظیم صاحب، مولانا لطف الرحمان صاحب نے جامعہ کے معاونین سے ملاقاتیں کی اور انہیں جامعہ کی تعلیمی خدمات اور کارکردگی سے آگاہ کیا۔

12 اگست 2012ء/ ایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلام کی رئیس الجامعہ سے تفصیلی ملاقات

12 اگست 2012ء کو ایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلام کی رئیس الجامعہ سے ان کے گھر میں ایک تفصیلی نشست ہوئی، جس میں ایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلام نے سہ ماہی نصرۃ الاسلام گلگت کی سال گزشتہ کی تمام کاروائی ان کے سامنے رکھی اور آئندہ کے لیے اپنے لائحہ عمل کو تفصیل سے بیان کیا، اور خصوصیت کے ساتھ درج ذیل باتیں ان کے سامنے رکھی جو طویل گفت وشنید کے بعد منظور ہوئی۔

۱۔ شمارہ نمبر ۵ سے سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے ایک حصے کو ''حصہ عربی'' بنادیا جائے گا۔

۲۔ اکابرین علماء گلگت بلتستان پر سہ ماہی نصرۃ الاسلام گلگت وقتاً فوقتاً خصوصی اشاعت کا اہتمام کریگا۔

۳۔ سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے آفس کے لیے دوعدد معیاری کرسیاں، دوالماریاں، آفس بورڈ، پرنٹر اور انٹرنیٹ لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔

۴۔ سہ ماہی نصرۃ الاسلام کا حساب کتاب مکمل الگ کیا جائے گا۔

۵۔ کچھ اور امور بھی زیر بحث آئے تاہم ان کو مناسب وقت تک کے لیے ملتوی کردیے گئے۔

26 ستمبر 2012/ تعلیمی سال کے آغاز کے حوالے سے اساتذہ کرام کا اجلاس

26 ستمبر 2012ء بمطابق ۶ شوال المکرم ۱۴۳۴ھ کو تعلیمی سال کے آغاز کے حوالے سے جامعہ کے اساتذہ کرام کا ایک اہم اجلاس رئیس الجامعہ کی زیر صدارت جامعہ کے مرکزی دفتر میں ہوا، جس میں چند اہم فیصلے کیے گئے۔ جو باہمی اتفاق رائے سے منظور ہوئے۔ جامعہ عائشہ صدیقیہ للبنات میں داخلے بہت ہی محدود رکھے گئے، نئی پالیسی وضع کی گئی ہے، امسال تمام اساتذہ کے اتفاق رائے سے یہ طے ہوا کہ مڈل پاس، میٹرک پاس اور حافظہ طالبات کا امتحان لینے کے بعد ہی داخلہ دیا جائے گا، میرٹ کا خاص خیال رکھا جائیگا، اور طالبات کے لیے رجسٹریشن کارڈ، داخلہ کارڈ، داخلہ فارم وغیرہ کا باقاعدہ اجراء کیا گیا، طالبات کے سرپرستوں کو بھی دوملاقاتی کارڈ جاری کیے گئے، اس کارڈ کی عدم موجودگی میں کسی سے بھی طالبہ کی ملاقات نہیں کرائی جائیگی، طالبات کے سرپرستوں کو مطلع کیا گیا کہ جب بھی ملاقات کے لیے آنا ہو ملاقاتی کارڈ لیتے آئے، اور ملاقات بھی صرف جمع کے دن کرائی جائی گی۔ جامعہ عائشہ صدیقیہ للبنات کے شعبہ تعلیم اور انتظام کے کئی معاملات مولانا خلیق الرحمان کے سپرد کردیے گئے۔ اجلاس میں شرکت کرنے والے اساتذہ کرام کے نام درج ذیل ہیں۔ مولانا قاری خلیل الرحمان صاحب نائب مہتمم، مفتی عبدالباری صاحب صدر مدرس، مولانا خلیل الرحمان صاحب ناظم تعلیمات، مولانا بشیر صاحب، مولانا سرتاج صاحب، مولانا جلال الدین صاحب قاری عبدالوہاب صاحب، قاری عبدالعظیم صاحب، مولانا حبیب اللہ صاحب، مولانا خلیق الرحمان صاحب۔

2 ستمبر 2012ء/ جامعہ عائشہ صدیقیہ اور جامعہ نصرۃ الاسلام میں داخلے اور پڑھائی

۲ ستمبر ۲۰۱۲ء کو جامعہ نصرۃ الاسلام وجامعہ عائشہ صدیقیہ میں بنین وبنات کے نئے داخلے شروع ہوئے ۲۳ شوال

بمطابق ۱۲ستمبر کو داخلے بند ہوئے اور جامعہ کے کبار اساتذہ کی پند ونصیحت کے بعد باقاعدہ پڑھائی کا آغاز کیا گیا۔

8 ستمبر 2012ء/ رئیس الجامعہ کے ساتھ ان کی رہائش گاہ میں پارلیمانی وفد کی ملاقات

ستمبر 2012ء کو رئیس الجامعہ کے ساتھ ان کی رہائش گاہ میں پارلیمانی وفد نے ملاقات کی۔ جس میں انہوں نے رئیس الجامعہ کو امن وآمان کے حوالے سے تعاون کرنے کی اپیل کی اور کہا کہ اسمبلی ہال میں اہل تشیع اور اہل سنت کی ایک مشترکہ نشست کا اہتمام کیا جارہا ہے، جس میں آپ کی شرکت اور تعاون بہت اہم ہے۔ جس پر رئیس الجامعہ نے انہیں باور کرایا کہ ہم نے ہمیشہ امن کے لئے کام کیا ہے اور ائندہ بھی کریں گے اور آپ سے بھی مکمل تعاون کیا ہے اور آئندہ بھی کیا جائے گا۔ آپ لوگ بھی اپنی ذمہ داری پوری کریں۔ ملاقات میں جناب وزیر صحت گلبر صاحب، وزیر تعمیرات جناب بشیر احمد صاحب، وزیر انکم ٹیکس وزکواۃ جناب نصیر صاحب، جناب مولانا عطاء اللہ صاحب، جناب مولانا سرور شاہ صاحب، ڈپٹی اسپیکر جناب جمیل احمد صاحب، جناب رحمت خالق صاحب قائد حزب اختلاف جناب جانباز صاحب شامل تھے۔

8 ستمبر 2012ء/ رئیس الجامعہ کی سابق سکریٹری قوت جان مرحوم کی تعزیت ودعا

8 ستمبر 2012ء کو رئیس الجامعہ سابق سکریٹری قوت جان کی تعزیت ودعا کے لیے بسین شوٹی گئے، مرحوم کے گھر میں ان کے بھائی اور صاحبزادگان سے تعزیت کی اور دعائیں دی، تعزیت کے لیے جانے والے میں جناب جج غزنوی صاحب، ان کے بیٹے امین اللہ صاحب، سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے ایڈیٹر امیر جان حقانی، مولانا منیر صاحب، اور دیگر شامل تھے بسین کے علماء وخواص کی ایک بڑی تعداد رئیس الجامعہ کی بسین آمد پر مرحوم قوت جان صاحب کے گھر میں جمع ہوئی تھی۔

9 ستمبر 2012ء/ رئیس الجامعہ مولانا قاضی نثار احمد کا پارلیمانی امن کمیٹی اور مساجد بورڈ کی تقریب سے تفصیلی خطاب اور اہم سفارشات وعلامیہ کا اعلان

9 ستمبر 2012ء کو رئیس الجامعہ مولانا قاضی نثار احمد نے پارلیمانی امن کمیٹی اور مساجد بورڈ کی تقریب تفصیلی خطاب اور اہم سفارشات وعلامیہ کا اعلان کیا۔ پارلیمانی امن کمیٹی اور مساجد بورڈ کی تشکیل کردہ اتقریب میں تنظیم اہل سنت والجماعت کے امیر مولانا قاضی نثار احمد اور جناب آغا راحت حسین صاحب نے خطاب کیے۔ رئیس الجامعہ نے اختتامی خطاب کیا جس میں دگرگوں حالات پر تفصیلی جائزہ لیا اور امن کے لیے بہترین تجاویز دیں۔ رئیس الجامعہ نے کہا کہ یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ ہم گلگت بلتستان میں امن وآمان کے لیے مل بیٹھ گئے ہیں۔ میں نے اور آغا صاحب نے اپنی ذمہ داری پوری کردی ہے۔ اب منتخب نمائندے، حکومت، انٹیلیجنس ایجنسیاں اور پاک آرمی بھی اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کریں۔ اور جو امن میں نقص ڈالنے کی کوشش کریں اور بدآمنی کا سبب بنیں اس کی نشاندہی کریں اور اس کو کیفر کردار تک پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ کا صاف اعلان ہے کہ وہ شرک کو ہرگز برداشت نہیں کرتے ہیں اور نہ مشرکوں کو معاف کرتا ہے، ہمیں اپنا اپنا خیال ونظریہ درست کرنا ہوگا۔ حالات ومشکلات تو آئیں گے مگر ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہمارا ایمان مظبوط ہوگا، ہماری نیتیں ٹھیک ہونگی اور ہم عدل قائم کرسکتے ہیں، انصاف کا عمل یکساں شروع ہوسکتا ہے۔ اور امن کی جانب قدم اٹھا سکتے ہیں۔ قاضی نثار نے مزید کہا کہ گلگت بلتستان پر پی پی کی کافی مہربانیاں ہیں اور ذوالفقار علی بھٹو نے ختم نبوت کے حوالے سے بہترین خدمات انجام دیں ہیں، آپ میں گورنر گلگت بلتستان اور وزیر اعلیٰ سے گزارش کرونگا کہ وہ بھی جرأت وہمت کا مظاہرہ کراتے ہوئے جمعۃ المبارک میں عام تعطیل کا اعلان کریں۔ وزیر اعلیٰ نے جمعہ کے دن چھٹی کے مطالبے کو مناسب قرار دیتے

ہوئے کہا کہ میں صدر پاکستان سے اپیل کرونگا کہ وہ پورے ملک میں جمعہ کی تعطیل کا اعلان کرے۔ قاضی نثار نے مزید کہا کہ گلگت بلتستان کے موجودہ ماضی کے حالات کی وجہ سے مذہبی طبقات کافی بدنام کیے جا چکے ہیں۔ ہم نے بے گناہ جانوں کو تڑپتے دیکھا، ظلم کا راج ہے، ظالم اور مظلوم کا فرق مٹ چکا ہے۔ 2005ء کے بعد ہم مشکل حالات سے گزر رہے ہیں۔ انہی حالات سے نمٹنے کے لیے 2005ء کا امن معاہدہ فریقین کی رضامندی سے تیار کیا گیا' اس میں دونوں فریقین کے علاوہ گلگت بلتستان اسمبلی کے تمام ذمہ داروں اور اراکین پارلیمنٹ کے دستخط موجود ہیں اور اس وقت کے صدر پاکستان سے بھی اس کی توثیق کروائی گئی مگر شومئی قسمت کہ اب تک اس پر عملدرآمد نہیں کروایا جارہا ہے۔ شریعت اسلامی کے اندر معاہدوں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے جو معاہدوں کی خلاف ورزی کرتا ہے ان کے خلاف قرآن کریم میں سخت وعیدیں آئی ہیں اور جو بھی فریق معاہدے پر عمل نہیں کرتا وہ خسارے میں ہوتا ہے۔ 2005ء کا امن معاہدے پر سنجیدگی اور خلوص نیت سے عملدرآمد کروایا جاتا تو ہمیں آج یہ حالات نہ دیکھنے پڑتے۔ قاضی نثار احمد نے پارلیمانی امن کمیٹی اور مساجد بورڈ کی تقریب تفصیلی خطاب کرتے ہوئے مزید کہا کہ ہمیں اس شہر کا امن بہت ہی عزیز ہے۔ حکومت کو اپنی رِٹ قائم کرنی ہوگی۔ فورسز اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کو بھی اپنی وردی اور ذمہ داری کا لاج رکھنا ہوگا۔ ہم اس علاقے کو بدآمنی کی طرف لے جانا نہیں چاہتے اور جو لوگ خطے کے سکون کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں ان کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نمٹنا ہوگا۔ جو بھی ملوث ہوگا اس کو کیفر کردار تک پہنچانا چاہیے۔ میں فورس کمانڈر' گورنر گلگت بلتستان' وزیر اعلیٰ گلگت بلتستان' وزراء کرام اور انتظامیہ کے دیگر لوگوں سے ہاتھ جوڑ کر عرض کرونگا کہ وہ آگے آئے اور اپنے تیار کردہ معاہدوں اور ضابطوں پر عملدرآمد کروا کر اپنی اہلیت ثابت کریں اور لوگوں کو سکون و آرام سے رہنے کا موقع دیں۔ ہم میں سے جو بھی قانون کی دھجیاں اڑائے گا' معاہدوں اور ضابطوں کی پاسداری نہیں کریگا اور امن و آمان قائم کرنے میں رکاوٹ بنے گا اس کا بھرپور قانونی مواخذہ کیا جائے اور انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔ ہم اندرونی اور بیرونی خلفشار کا بھرپور مذمت کرتے ہیں اور مکرر عرض کرتے ہیں کہ 2005ء امن معاہدہ اور 2012ء کا مساجد بورڈ کے لیے بنایا جانے والا ضابطہ اخلاق پر ہر حال میں عملدرآمد کروایا جانا چاہیے۔ اس تقریب میں دونوں مسالک کے علماء و قائدین' پارلیمانی امن کمیٹی کے ممبران' ممبران اسمبلی' اسپیکر جی بی اسمبلی اور وزیر اعلیٰ گلگت بلتستان جناب مہدی شاہ موجود تھے۔ قاضی نثار احمد نے کہا کہ اگر حکومت اسماعیلیہ ریجنل کونسل کو بھی مدعو کرتا تو بہت اچھا ہوتا۔ مولانا عطاء اللہ شہاب نے قاضی اور آغا کی ملاقات کو امن کے لیے سنگ میل قرار دیا اور خوب سراہا' علماء کرام نے ہمیشہ گلگت بلتستان میں امن کے قیام کے لیے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ دونوں مرکزی رہنماؤں کے اتفاق سے ایک مشترکہ اعلامیہ بھی جاری کیا گیا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے آغا راحت نے کہا کہ مشترکہ اعلامیہ کے ثمرات اور فوائد قوم جلد محسوس کریگی۔ وزیر اعلیٰ گلگت بلتستان نے دونوں رہنماؤں کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آئندہ تمام مسالک کے علماء کو بلا کر دوبارہ ایسی نشست کا اہتمام کریں گے۔ قوم سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا' دونوں رہنماؤں کا ایک اسٹیج پر بیٹھنا نیک شگون ہے۔

21 ستمبر 2012ء/ رئیس الجامعہ کا ''یوم عشق رسالت ﷺ'' میں احتجاجی ریلی سے خطاب

21 ستمبر 2012ء کو رئیس الجامعہ کا ''یوم عشق رسالت ﷺ'' نے احتجاجی ریلی سے خطاب کیا' ملک بھر کی طرح گلگت بلتستان میں بھی ''یوم عشق رسالت ﷺ'' بھرطریقے سے منایا گیا۔ اہل سنت ضلع گلگت کے علماء و عمائدین نے ایک احتجاجی ریلی کا اہتمام کیا' جس میں دیگر علماء کے علاوہ رئیس الجامعہ نے بھی زبردست خطاب کیا' اور مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ مغربی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں اور ساتھ ساتھ آپس میں اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ بھی کریں اور سنتوں پر عمل پیرا ہو جائے۔

مراسلات

موجودہ حالات' اسباب اور ان کا حل

شاہ عبداللہ، مدرس دار العلوم غذر

فرمان باری تعالیٰ ہے؛ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس......اور......ویعفو عن کثیر“
خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا' لوگوں کے اعمال کی وجہ سے......اور بہت سے گناہوں کو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔
آج کی دنیا میں جو فساد برپا ہے اور ہر طرف بے چینی اور بے اطمینانی کا دور دورہ ہے' یہ سب ہمارے اپنے ہی اعمال کی وجہ سے ہے۔آیت کریمہ مذکورہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ روئے زمین میں پر فساد اور برے حالات آنے کا سبب انسان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔لیکن بدقسمتی سے انسان برے حالات کا ذمہ دار دوسروں کو یا حکومت کو ٹھہرا کر خود کو بری سمجھتا ہے۔کسی لمحے دل میں یہ خیال نہیں گزرتا کہ شاید میرے اندر بھی کوئی کمزوری یا کوتاہی ہے' پہلے میں اپنی اصلاح کی کوشش کروں' ہم اپنے کو کامل سمجھ کر دوسروں کو مورد الزام ٹھہرا کر اچھے حالات کی توقع کرتے ہیں۔عذاب اللہ کئی صورتیں ہم پر موجود ہے' اور یہ سب کچھ اپنے بدعملیوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے نافرمانی کی وجہ سے ہیں

☆☆☆

زہد وتقویٰ قرب الٰہی کا سبب

تحریر: مفتی سر تاج احمد، استاد جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اعلیٰ مقام تک پہنچانے کے لیے دنیا میں اپنے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا ان کو مقام نبوت سے نوازا' تا کہ وہ اپنے پیروں کے لیے نمونہ واسوہ بن کر رہنمائی کریں' اس سلسلے آخری کڑی امام الانبیاء خاتم المرسلین حضرت سیدنا محمد ﷺ کو منتخب فرمایا اور قیامت تک کے انسان و جنات کے لیے تبلیغ اور اللہ کے مخلوق کو اللہ سے ملانے کے لیے بہترین نمونہ بن کر کفر کے سامنے آہنی دیوار بن کر اخلاق کریمانہ کی مکمل تصویر بن انسانیت میں ایک انقلاب بپا کیا۔
دین اسلام کے بے شمار شعبے ہیں ان میں ایک شعبہ تزکیہ نفس ہے جو بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”ویزکیہم“، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس لیے کہ وہ لوگوں کے باطنی امراض کا تزکیہ کریں اور اسی تزکیہ کا نام زہد وتقویٰ۔اور جب زہد وتقویٰ کے لیے تکبر سے بچنا انتہائی ضروری ہے اور توبہ واستغفار کی بھی اشد ضرورت ہے،بغیر استغفار اور رجوع الی اللہ کے زہد وتقویٰ کا حصول عبث ہے۔بدعات سے بچنا' غیر اللہ کے سامنے سجدے کرنا' اللہ کے سوا کسی کے نام نذر و نیاز کرنا' اور کذب وافتراء سے بچنا حصول تقویٰ کے لیے بے حد ضروری ہے۔ابلیس لعین بھی ان لوگوں سے خوش ہوتا ہے کہ جو لوگ محسوس کریں کہ وہ حق پر ہیں اسی وجہ سے توبہ واستغفار کی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں، بہر صورت قرب خداوندی اور زہد کے لیے یہ باتیں ضروری ہے اور اسی کا نام تزکیۃ النفس ہے۔یہی زہد وتقویٰ اور تزکیۃ النفس سے ہم قرب خداوندی حاصل کر سکتے ہیں۔

نامے میرے نام

قارئین کے خطوط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
محترم جناب حقانی صاحب، مدیر سہ ماہی نصرۃ الاسلام زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ!

تازہ شمارہ موصول ہوا، منصور الزمان صدیقی والا اشتہار اور کتابوں پر تبصروں کے لیے شکر گزار ہوں۔ تبادلہ کے لئے القاسم کے صفحات بھی حاضر ہیں۔ آغاز کار مبارک ہو۔ رفتار کار کا یہ عالم ہے تو انجام کار کار تو سب کو معلوم ہے جو عروج ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے اور مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین والسلام

(مولانا) عبدالقیوم حقانی (حفظہ اللہ رعاہ)

☆☆☆☆☆

مکرمی ومحترم المقام مدیر محترم سہ ماہی ''نصرۃ الاسلام'' زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ!

علم وقلم اور کتاب ومطالعہ کے حوالے سے آپ حضرات کی مساعی، اور جدوجہد لائق صد تحسین ہے۔ آپ کا اپنا مجلّہ ''القاسم'' بھی مقدور بھر اسی مشن پر اپنی بساط بھر بفضل خدا جدوجہد میں مصروفِ کار ہے۔

اُنیسویں خصوصی اشاعت ''قلم وقرطاس نمبر'' کی دو جلدیں پیش خدمت ہیں۔ حسب سابق خصوصی شفقات وعنایات سے سرفراز تے ہوئے تبصرہ وتعارف کی درخواست ہے۔ آپ حضرات کے چند سطروں سے ہم فقیر طالب علموں کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ شکر گذار رہونگا اور ممنونِ احسان بھی۔ واجرکم علی اللہ۔ والسلام

(مولانا) عبدالقیوم حقانی (حفظہ اللہ رعاہ)
سرپرست اعلیٰ ماہنامہ القاسم ورئیس جامعہ ابوھریرۃ
وصدر القاسم اکیڈمی
خالق آباد نوشہرہ، کے پی کے پاکستان
۱۸/ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ
بمطابق ۷/ اگست ۲۰۱۲ء

☆☆☆☆☆

گرامی قدر جناب ایڈیٹر صاحب، سہ ماہی نصرۃ الاسلام گلگت
السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر وعافیت ہونگے۔

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کی توفیق ونصرت سے جامعہ انوار العلوم ملیر کراچی کے تحت سہ ماہی جریدہ ''نوائے انوار'' کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے جس کا پہلا شمارہ آنجناب کی خدمت عالیہ میں بغرض استصواب وحصول اصلاح ارسال ہے۔آپ سے گزارش ہے کہ اپنی مستجاب دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں۔ہم آپ کی قلمی معاونت اور قیمتی آراء کے منتظر ہیں' تاکہ آئندہ شمارے کو بہتر سے بہتر بنایا جاسکے۔علاوہ ازیں اگر ممکن ہو تو اس سلسلے کو قائم رکھنے کے لیے اپنے ہاں سے نکلنے والا جریدہ تبادلے میں روانہ فرمادیا کریں۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آسانی کی خاطر جوابی لفافہ ارسال خدمت ہے۔

والسلام

مدیر سہ ماہی نوائے انوار کراچی

☆☆☆☆☆

از: دارالایثار سلطان آباد

مورخہ: ۱۰/اگست ۲۰۱۲ء

گرامی قدر مولانا امیر جان حقانی صاحب

مدیر ''سہ ماہی نصرۃ الاسلام'' گلگت زادشرفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از تقدیم ہدیۂ سلام مسنون الاسلام نگارش اینکہ: آپ کی جانب سے سہ ماہی مجلّہ نصرۃ الاسلام گلگت کے شمارہا از جنوری تا مارچ 2012ء واز اپریل تا جون 2012ء اور ایک کاپی ''برگ چلاس'' کے ٹائٹل سے عبدالقیوم چیلاسی صاحب کے مجموعۂ کلام بھی ارمغاناً راقم کو موصول ہوئے۔جس پر راقم آپ کے لیے اپنی ممنونیت کا اظہار کئے دیتا ہے اور آپ اور مجلّہ کے چیف ایڈیٹر جناب مولانا قاضی نثار احمد صاحب کو جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت کی جانب سے اس وقیع سہ ماہی مجلّے کی کامیاب اشاعت پر ہدیۂ تبریک بھی پیش کرتا ہے اور توقع کا اظہار بھی کئے دیتا ہے کہ آپ اپنے اس وقیع سہ ماہی مجلّے کے صفحات کو ایسے نگارشات سے مزین فرمائیں گے جو اس خطے میں بین المسالکی ہم آہنگی اور اسلامی اخوت کے احساس کو پروان چڑھانے میں اپنا مؤثر کردار ادا کرسکیں۔امید ہے کہ آپ اس مجلّے کی ایک کاپی اسماعیلی طریقہ بورڈ گلگت کی ریفرنس لائبریری کے نام بھی کردینگے۔

لائبیریری کا ایڈریس:

اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجیس بورڈ' واعظین ریفرنس لائبیریری، اسماعیلی جماعت خانہ سرآغان روڈ گلگت

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص' فدا علی ایثار (سینئر الواعظ گلگت بلتستان ومذہبی اسکالر)

☆☆☆☆

گلگت

12-9-12

محترمی مدیر صاحب

رسالہ سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے یکے بعد دیگرے دو شمارے دستیاب ہوئے۔ رسالے کی ترتیب، تنظیم و تدوین اور مضامین کو سراہے بغیر رہا نہیں جا سکتا۔ مجلّے کو معیار کی کسی بھی کسوٹی پر رکھا جا سکتا ہے۔ میں آپ کو آپ کی انتظامیہ کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

والسلام
(پروفیسر) عثمان علی
سابق پرنسپل کالج آف ایجوکیشن گلگت

☆☆☆☆☆

محترم المقام حضرت مولانا قاضی نثار احمد (چیف ایڈیٹر) و امیر جان حقانی (ایڈیٹر) صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمدللہ! میرے سامنے ''سہ ماہی نصرۃ الاسلام گلگت'' کا تیسرا شمارہ رکھا ہے۔ تیسری اشاعت کی کامیابی پر آپ اور آپ کے ہمنوا امیر جان حقانی و دیگر منتظمین کو صد بار مبارک باد! اللھم زد فزد...!

الحمدللہ! رسالہ کے اندر مواد، تبلیغی، علمی، تحقیقی، تاریخی ہے، جو کہ آپ کی علمیت، ایڈیٹر کی جامعیت اور قلم و قرطاس کے صحیح استعمال کی صحت کی دلیل ہے۔ بارک اللہ فی علمکم وعملکم

عصر حاضر کے فتنہ پرور معاشرے میں اس رسالے کی مسلسل اشاعت، طباعت نوید انقلاب ہے۔ اور پھر ارض شمال کے منجمد اقلام کے عروق مردہ میں حیات جاوداں پھونکنے کے مترادف ہے۔ ارض شمال کے مسلمان خصوصاً علمی تحقیقی لحاظ سے قابل رحم ہیں، ایسے میں شاہرہ حیات کے تھکے ماندہ مسافر امیدوں کے چراغ بجھائے آخری ہچکیاں لے رہے تھے، آپ اور امیر جان حقانی صاحب نے اس کی اشاعت سے ان کو زندگی کی راہ تاباں دکھائی ہے۔

اللہ تعالیٰ مزید اس رسالے کو ترقی اور آپ حضرات کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

لکل شیٔ آفة وللعلم آفات

علم کا پھیلانا، علم کی اشاعت میں حائل رکاوٹوں کے باوجود آپ حضرات کی علمی، تبلیغی اور تحقیقی کا جاری و ساری رکھنا اس خطے کی آنے والی نسلوں پر احسان عظیم ہے۔

کئی لوگوں کو معاشرے میں آپ سے اختلاف کرتے دیکھا اور سنا۔ مگر ان کے نقطۂ نظر سے ہٹ کر صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ اسلام اور شخصیات اسلام پر اعتراض کرنا بہت آسان اور سہل ہے مگر ان جیسا کردار ادا کرنا بہت مشکل بلکہ محال ہے۔

کچھ مشورے ناقدانہ نگاہ سے پیش خدمت ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف!

۱۔ رسالہ اپنے ابتدائی دور میں ہے۔ اس میں مضامین، عام فہم اور سادہ ہوں تو زیادہ مقبول ہوگا۔

۲۔ مشہور شخصیات کے مضامین، سوانح عمریوں کے بجائے ارض شمال کے نو آموز لکھاریوں کو لکھنے کا موقعہ زیادہ فراہم کیا جائے تو اس منجمد سرزمین سے متحرکِ قلم منظر عام پر آسکتے ہیں۔(۱)

میں خودغرض نہیں میرے آنسو پرکھ کے دیکھ
فکرِ چمن ہے مجھ کو غمِ آشیاں نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو، آمین یارب العالمین

والسلام

(فضیلۃ الشیخ حضرت) مولوی عرفان ولی (سلمہ اللہ)

امام وخطیب جامع مسجد خاتم الانبیاءؐ سامی محلّہ جوٹیال گلگت

(۱) نوٹ:
اس غرض سے مراسلات/آپ کا انتخاب کے عنوان سے کم عمر اور نو آموز لکھاریوں اور طلبہ وطالبات کو موقع دیا جاتا ہے۔ اور تسلسل کے ساتھ ان کی تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ ادارہ

☆☆☆☆

محترمی جناب مولانا امیر جان حقانی صاحب، ایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلام گلگت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد سلام مسنون کے کہ: سہ ماہی نصرۃ الاسلام جو جامعہ نصرۃ الاسلام سے نکلتا ہے مطالعہ کر کے بہت خوشی ہوئی۔ الحمدللہ! اس دور میں بھی ایسے افراد موجود ہیں جو ہمہ وقت محنت کر کے وقت کی اہم ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خدمات انجام دیتے ہیں۔ رسالے کی مسلسل اور کامیاب اشاعت پر آپ اور ادارے کی پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبولیت سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عربی زبان سے بھی تعلق عنایت فرمایا ہے۔ آپ عربی بول بھی لیتے ہیں اور لکھ بھی لیتے ہیں۔ مجھے اسکا ذاتی مشاہدہ ہے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ سہ ماہی نصرۃ الاسلام کا ایک حصہ عربی کے لیے خاص کیا جائے یعنی عربی زبان میں بھی مضامین شائع ہوں۔ سہ ماہی نصرۃ الاسلام مدارس عربیہ اور اہل عرب کے پاس بھی جاتا ہے تو ایک حصہ عربی کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ امید ہے کہ آپ اس معاملے میں غور وخوض کریں گے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

والسلام

(حضرت مولانا) مفتی رستم خان

مدرس وامام، مسجد رفیع، جلی پور گوہر آباد

گلگت بلتستان کے مرکزی ایریا شہر گلگت میں علاقے کی اولین دینی درسگاہ

جامعہ نصرۃ الاسلام (بنین)
و جامعہ عائشہ صدیقہ (بنات)

میں اجتماعی قربانی کا بہترین اہتمام کیا گیا ہے۔

جامعہ نصرۃ الاسلام و جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات گلگت بلتستان کی اولین اور بڑی دینی درسگاہیں ہیں۔ یہاں حفظ قرآن سے لے کر دورہ حدیث تک کی تعلیم مفت میں دی جاتی ہے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی جامعہ کے زیر اہتمام رئیس الجامعہ حضرت مولانا قاضی نثار احمد اور دیگر کبار علماء و مفتیان عظام کی نگرانی میں اجتماعی قربانی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ خواہش مند حضرات جلد از جلد رابطہ کریں۔ نیز اپنی قربانی کی کھالیں بھی جامعہ کے مستحق طلبہ و طالبات کو دیکر ثواب دارین حاصل کریں اور......

'وتعاونوا علی البر والتقویٰ'
کا عملی مظاہرہ کیجیے!

گائے فی حصہ: 5,500

بکرا اعلیٰ: 14,000 بکرا متوسط: 11,000

بکرا ادنیٰ: 9,000

الداعی الی الخیر: (حضرت) مولانا قاضی نثار احمد (رئیس الجامعہ)
رئیس جامعہ نصرۃ الاسلام و جامعہ عائشہ صدیقہ
عید گاہ روڈ، گلگت، گلگت بلتستان

الداعی الی الخیر: (حضرت مولانا قاضی) نثار احمد

رئیس جامعہ نصرۃ الاسلام و جامعہ عائشہ صدیقیہ، عیدگاہ روڈ، گلگت، گلگت بلتستان، فون نمبر: 0925811,453279-452451+

اکاؤنٹ نمبر بنام: جامعہ اسلامیہ نصرۃ الاسلام حبیب بینک (بمد صدقات) گلگت برانچ: **0107-00268709-03**

جامعہ اسلامیہ نصرۃ الاسلام الائیڈ بینک (بمد زکوٰۃ) گلگت برانچ: **01-100-3643-3**

سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے ممبر بننئے!

یاد رہے کہ سہ ماہی نصرۃ الاسلام محض ایک مجلہ نہیں بلکہ ایک مقدس مشن کا آغاز ہے۔ حق کی آواز آپ تک پہنچانے کا ایک مستند ذریعہ ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ حق کی یہ آواز آپ اور آپ کے پیاروں تک پہنچ جائے تو سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے مستقل ممبر بنیں۔ سالانہ زرتعاون بمع ڈاک: 250 روپے، تعاون خصوصی 10,000 روپے

نام.......... ولدیت.......... فون نمبر.......... ای میل.......... مکمل پوسٹل ایڈرس..........

چیک بنام ادارہ نصرۃ الاسلام اور منی آرڈر بنام ایڈیٹر کے ارسال کر کے ضرور اطلاع کریں۔

فون: 6462974626,03555604599,03003955122

ای میل ibshaqqani@gmail.com، رابطہ خط و کتابت: ایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلام، عیدگاہ روڈ گلگت، گلگت بلتستان

گلگت بلتستان کے کیپٹل ایریا شہر گلگت میں علاقے کی اولین دینی درسگاہ

جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت (بنین)
و جامعہ عائشہ صدیقیہ (للبنات)

میں حفظ وناظرہ قرآن اور اسکول کی ابتدائی تعلیم (میٹرک) کے ساتھ درس نظامی (متوسطہ سے دورہ حدیث تک، بنین وبنات) کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے اور طلبہ وطالبات کا قیام وطعام کا بندوبست کیا جاتا ہے، جامعہ کے زیرانتظام گلگت اور اس کے مضافات میں کئی ذیلی شاخیں کام کرتی ہیں۔ نیز جامعہ کے زیراہتمام درج ذیل شعبے بھی کام کرتے ہیں۔

۱۔شعبہ دارالافتاء والقضاء ۲۔شعبہ تحقیق وتالیف ۳۔شعبہ تعلیم وتربیت ۴۔شعبہ نشرواشاعت اور ابلاغیات
۵۔شعبہ فلاح وبہبود اور ویلفیئر ۶۔شعبہ قیام وطعام ۷۔شعبہ حساب ۸۔شعبہ تعمیرات

آیئے...... ان عظیم مقاصد کی تکمیل کے لئے دامے درمے، قدمے سخنے ہمارا شانہ بشانہ کھڑے ہوجائیں، اصلاح معاشرہ، خلافت راشدہ کے قیام، تحفظ ناموس رسالت وصحابہ ؓ اور ملی فرائض کی ادائیگی کے لئے عملی اقدام کریں اور اپنی زکواۃ، صدقات اور خیرات کے ذریعے ادارے کی تعمیر وترقی میں حصہ لیں اور **وتعاونو علی البر والتقویٰ** کا عملی ثبوت دیں۔

جامعہ کے اغراض ومقاصد

دین اسلام کی سربلندی ☆ اہل سنت والجماعت کے علمی ورثے اور شعائر اسلام کی حفاظت وتبلیغ
نظام خلافت راشدہ کے قیام کے لئے جدوجہد ☆ قرآن وحدیث کی تعلیم، تفہیم وترویج

الداعی الی الخیر: (حضرت مولانا قاضی) نثار احمد
رئیس جامعہ نصرۃ الاسلام و جامعہ عائشہ صدیقیہ، عید گاہ روڈ، گلگت، گلگت بلتستان
فون نمبر 0925811,453279-452451+
اکاؤنٹ نمبر بنام: جامعہ اسلامیہ نصرۃ الاسلام حبیب بینک (بمد صدقات) گلگت برانچ: 0107-00268709-03
جامعہ اسلامیہ نصرۃ الاسلام الائیڈ بینک (بمد زکوۃ) گلگت برانچ: 01-100-3643-3